تورات میں زانی کی سزا

فَاِنۡ جَآءُوۡکَ فَاحۡكُمۡ بَیۡنَهُمۡ اَوۡ اَعۡرِضۡ عَنۡهُمۡ وَاِنۡ تُعۡرِضۡ عَنۡهُمۡ فَلَنۡ یَّضُرُّوۡکَ شَیۡـًٔا وَاِنۡ حَكَمۡتَ فَاحۡكُمۡ بَیۡنَهُمۡ بِالۡقِسۡطِ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الۡمُقۡسِطِیۡنَ وَكَیۡفَ یُحَكِّمُوۡنَكَ وَعِنۡدَهُمُ التَّوۡرٰىةُ فِیۡهَا حُكۡمُ اللّٰهِ ثُمَّ یَتَوَلَّوۡنَ مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ وَمَاۤ اُولٰٓـئِكَ بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ (المائدہ:۴۲-۴۴) ’’اگر یہ تمہارے پاس آئیں (اور اپنے قضیے پیش کریں) تو (تمہیں اختیار ہے) ان کے درمیان فیصلہ کردو یا ان سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ اگر کنارہ کش ہوگئے تو یہ تمہیں کچھ نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ اگر (کنارہ کش نہ ہو اور) فیصلہ کرو تو چاہیے کہ انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو (اور ان کی شرارتوں کی کچھ پروا نہ کرو) بلاشبہ اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ اور پھر یہ لوگ کس طرح تمہیں منصف بناتے ہیں جب تورات ان کے پاس موجود ہے اور خدا کا حکم اس میں موجود ہے، (کیوں اس کے مطابق خود فیصلہ نہیں کر دیتے؟) یہ تورات رکھنے پر بھی اس سے روگردانی کرتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ یہ ایمان ہی نہیں رکھتے‘‘۔

تورات میں زانی کے لیے سنگ سار کرنے کا اور قاتل کے لیے قتل کا حکم دیا گیا ہے۔ لیکن جب کسی بڑے آدمی سے یہ جرائم سرزد ہو جائے تو یہودیوں کے دنیا پرست علماء انھیں سزا سے بچانے کے لیے دور از کار تاویلیں کرنے لگتے اور طرح طرح کے شرعی حیلے نکالتے۔ چنانچہ پیغمبر اسلام ﷺ کے عہد میں بھی ایک ایسا ہی واقعہ پیش آ گیا علمائے یہود نے خیال کیا کہ ’’انھیں تورات کے احکام کی خبر نہیں اور اگر خبر بھی ہو تو یہ ایک نئی دعوت لے کر آئے ہیں، تورات والا حکم کیوں دینے لگے؟ پس بہتر ہے کہ معاملہ ان کے سامنے پیش کر دیا جائے۔ مجرم سزا سے بھی بچ جائیں گے اور ذمہ داری بھی ہمارے سر نہ پڑے گی‘‘ چنانچہ معاملہ پیغمبر اسلام کے سامنے پیش ہوا، لیکن وحی الٰہی نے انھیں مطلع کر دیا تھا، انہوں نے تورات کے حکم کا ان سے اقرار کرایا اور اسی کے مطابق فیصلہ کر دیا۔

یہاں اسی معاملے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ فرمایا ’’جب ان کے پاس تورات موجود ہے تو کیوں اس کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے اور کیوں تمہارے پاس فیصلے کے لیے آتے ہیں؟ اس لیے کہ دولت مند مجرموں سے رشوت لے کر یا ان کی طاقت سے مرعوب ہو کر انھیں سزا سے بچانا چاہتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ یہ لوگ کتاب الٰہی پر ایمان ہی نہیں رکھتے۔ اگر ایمان رکھتے تو راست بازی کے ساتھ اس کے حکموں کا اعلان کرتے۔‘‘

(ترجمان القرآن جلد دوم، مولانا ابوالکلام آزاد ص ۶۲۶ - ۶۲۸)

درس حدیث

یوم جمعہ-فضائل ومسائل

محمد اظہر مدنی

عن طارق بن شهاب رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: الجمعة حق واجب علی کل مسلم فی جماعة الا علی اربعة: عبد مملوک، أو امرأة، أوصبی، أو مریض“ (ابوداؤد:۱۰۶۷،والطبر انی فی الکبیر۳۸۵/ ۸-۳۸۶)

ترجمہ: حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: نماز جمعہ ہر مسلمان پر باجماعت ادا کرنا واجب ہے سوائے چار لوگوں کے، غلام جو کسی کی ملکیت ہو، عورت، بچہ اور مریض۔

تشریح: اسلام میں جمعہ کے دن کی بڑی فضیلت ہے۔اس کے مقام ومرتبہ کا ذکر قرآن واحادیث میں متعدد مقامات پر آیا ہے۔جس سے دیگر ایام کے مقابلے میں اس کے امتیازات کا اندازہ ہوتا ہے۔اس کی اہمیت وفضیلت اور مقام ومرتبہ کو سامنے رکھتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سیدالایام قرار دیا ہے۔ابن ماجہ کی ایک روایت میں حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذ ررضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے ارشادفرمایا کہ جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ عظمت والا ہے (بلکہ اس کی عظمت کا یہ حال ہے کہ) وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر سے بھی زیادہ عظمت وفضیلت والا ہے۔اور اس کی پانچ خصوصیتیں ہیں۔(۱) اللہ تعالیٰ نے اس دن یعنی بروز جمعہ حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا (۲)، اسی دن انہیں زمین پر اتارا (۳) اسی دن ان کو فوت کیا (۴) جمعہ کے دن میں ایک ایسی ساعت ہے جس میں بندہ اللہ تعالیٰ سے جو کچھ بھی مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اسے عطا فرمادیتا ہے، اس شرط کے ساتھ کہ وہ کسی حرام کا سوال نہ کررہا ہو۔اور اسی دن قیامت قائم ہوگی اور مقرب فرشتے، آسمان وزمین، ہوا، پہاڑ، اور سمندر یہ سب جمعہ کے دن سے ڈرتے ہیں۔مسلم شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ سب سے بہتر دن جس پر سورج طلوع ہوا جمعہ کا دن ہے۔حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ **”ان من افضل ایامکم یوم الجمعة“** تمہارے دنوں میں سب سے افضل دن جمعہ کا دن ہے۔اسی دن حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا اسی دن ان کی وفات ہوئی اور اسی دن صور پھونکا جائے گا اور اسی دن تیز اور دل دہلا دینے والی آواز بلند ہوگی۔چنانچہ ہر وہ مسلمان جس پر نماز جمعہ فرض ہے، اسے اس دن کا اہتمام کرنا چاہیے اور اس کثیر الفوائد عظمتوں سے لبریز، خیرات وبرکات سے بھرپور دن سے مستفید ہونے کے لئے اس دن کی تعلیمات اور آداب کو ہمیشہ ملحوظ رکھنا چاہیے اور اس کے مطابق یہ مبارک دن گزارنے کی کوشش کرنی چاہیے۔رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ جس شخص نے جمعہ کی رات سورہ الکہف کی تلاوت کی تو اس کے اور خانہ کعبہ کے درمیان کی مسافت کے برابر نور کی روشنی ہوجاتی ہے۔

ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ تم لوگ جمعہ کے دن مجھ پر زیادہ سے زیادہ درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔اسی طرح رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن نماز فجر میں سورہ السجدہ اور سورۃ الدھر کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔جمعہ کے دن غسل کا اہتمام کیا جائے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جمعہ کا غسل ہر بالغ پر واجب ہے۔اور بخاری ومسلم کی روایت میں ہے کہ تم میں سے کوئی شخص جب جمعہ کے لیے آنے کا ارادہ کرے تو وہ غسل کرے۔خوشبو لگانے کا اہتمام کرے، اچھے کپڑے پہنے، سر میں تیل لگائے۔جب نماز جمعہ کا وقت ہوجائے تو بغیر تاخیر جلدی سے مسجد آئے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **”یٰـاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا نُوۡدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنۡ یَّوۡمِ الۡجُمُعَةِ فَاسۡعَوۡا اِلٰی ذِکۡرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الۡبَیۡعَ ذٰلِکُمۡ خَیۡرٌ لَّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ“**۔”اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو جب جمعہ کے دن کی نماز کی اذان دی جائے تو تم اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو، یہ تمہارے حق میں بہت ہی بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔یہ بات ذہن نشین رہے کہ پہلی پہر میں مسجد میں آنے کی صورت میں ایک اونٹ کی قربانی کا ثواب ملتا ہے اور جب امام منبر کی طرف بڑھتا ہے تو فرشتے بھی اپنے رجسٹر کو بند کرکے مسجد میں داخل ہوکر خطبہ سننے لگتے ہیں۔تاخیر سے پہنچنے والا شخص خیر کثیر اور اجر عظیم سے محروم ہوجاتا ہے۔نیز آداب جمعہ میں سے یہ بھی ہے کہ مسجد میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے تحیۃ المسجد ادا کی جائے اور لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگی جائیں اور نہایت ہی خاموشی اور تواضع سے خطبہ کو بغور سنا جائے۔بیہودہ اور لغو باتوں سے بالکلیہ اجتناب کیا جائے، نماز جمعہ کے بعد سنت کا اہتمام کیا جائے اور ساتھ ہی ساتھ اس مبارک ساعت کی تلاش میں لگا رہنا چاہئے جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ جو شخص بھی اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے عطا فرماتا ہے۔لیکن یہ ساعت بہت مختصر ہوتی ہے۔مختلف احادیث میں مختلف اوقات کا ذکر ہے۔مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ وہ وقت امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر نماز ختم ہونے کے درمیان تک ہے۔اور ایک حدیث میں ہے کہ عصر کے بعد آخری گھڑی ہے جس میں دعا قبول ہوتی ہے۔

بہرحال اوقات کی تحدید وتعیین میں کسی کو اختلاف ہوسکتا ہے مگر بروز جمعہ دعاء کی قبولیت کے بارے میں کسی کو بھی کوئی اختلاف نہیں ہے۔دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم تمام لوگوں کو جمعہ کے دن کی اہمیت وفضیلت کو سمجھنے اور اس کے آداب کے مطابق عمل کرنے کی توفیق بخشے اور اس دن مسجد میں تاخیر سے پہونچنے یا دوران خطبہ بات کرنے یا دیگر چیزوں میں مشغول رہنے یا اس کے علاوہ جتنی بھی طرح کی کوتاہیاں ہم لوگوں سے سرزد ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ ان تمام سے اجتناب کرنے اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق زندگی گزارنے اور اس دن کے اجر وثواب اور دعا کی قبولیت کے اوقات سے مستفید ہونے کی خصوصی عنایت مرحمت فرماتے ہوئے کثرت سے درود پڑھنے اور تلاوتِ کلام پاک میں زیادہ وقت لگانے کی توفیق ارزانی فرمادے۔آمین۔**وصلی الله علی نبینا محمد وسلم تسلیما کثیراً** ☆☆

مدیر مسئول
اصغر علی امام مہدی سلفی
مدیر
عبدالقدوس اطہر نقوی
نائب مدیر: مولانا خورشید عالم مدنی مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی
مجلس ادارت
مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی مولانا شہاب الدین مدنی ڈاکٹر سعید احمد مدنی
مولانا اسعد اعظمی مولانا طہٰ سعید خالد مدنی مولانا انصار زبیر محمدی

اس شمارے میں

درس حدیث ۲
اداریہ ۳
ایک تاریخی حقیقت ۶
دوستی بڑھانا ہے (نظم) ۸
آلودگی کی روک تھام اور اسلامی تعلیمات ۹
اولاد کی اسلامی تربیت ۱۳
پاکیزہ معاشرہ کی تشکیل میں دینی مدارس کا کردار ۱۶
سماجی برائیوں میں معاشی نظام کا حصہ ۱۸
نفس پرستی کے نقصانات ۲۲
ایمان کی کمزوری اور اس کا علاج ۲۵
تعارف کتاب ۲۷
امیر محترم کی ابوظہبی کانفرنس میں شرکت ۳۰
جماعتی خبریں ۳۱

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدلِ اشتراک
سالانہ ———— ۱۵۰/روپے
فی شمارہ ———— ۷/روپے
پاکستان ———— ۵۰۰/روپے
بلاد عربیہ و دیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی
مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند
اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔۱۱۰۰۰۶
ویب سائٹ www.ahlehadees.org
ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com
جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

اداریہ

ابو مصلح کریمی

بڑی باریک ہیں واعظ کی چالیں

ظلم کرنا بڑا جرم ہے۔ دہشت پھیلانا اور دہشت گردی کرنا اس سے بڑا جرم اور ظلم ہے۔ زنا کاری و بدکاری بھیانک جرائم اور قبیح ترین افعال واعمال میں سرفہرست ہیں۔ مگر کسی بے قصور کو قصور وار ٹھہرانا ،نیکوکاروں اور انسانیت نوازوں کو ظالم باور کرانا اور امن پسندوں کو دہشت گرد ٹھہرانا روئے زمین کا وہ پاپ ہے جس کی تلافی ناممکن ہے۔ مانا کہ شریعت اور آئین میں دہشت گردوں کے لیے کڑی سے کڑی سزا، کٹھور سے کٹھور ڈنڈا لاگو ہے۔قرآن کریم میں صاف صاف لکھا ہے اور یہ سندیش اور آدیش موجود ہے کہ دہشت گردوں، فسادیوں اور باغیوں کو سرِ دار لٹکانے سے پہلے ان کے ہاتھوں اور پاؤں کو مخالف جہت سے کاٹ ڈالو، قتل کر ڈالو، سولی پر لٹکا دو، پھانسی کا پھندا لگا کر کیفر کردار تک پہنچا دو، تاکہ اہل زمین، انسان اور حیوان ، چرند و پرند، نباتات و جمادات اور بحری و بری، ہوائی وفضائی اور آسمانی وزمینی مخلوقات امن وچین کی زندگی جی سکیں اور اللہ کی زمین پر اس کے حکم کی بجا آوری اور اس کے بندوں اور مخلوقات کے حقوق کی ادائیگی کماحقہ کرسکیں۔فرمایا:’’اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْھِمْ وَاَرْجُلُھُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ،ذٰلِکَ لَھُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَلَھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ‘‘ (المائدہ:۳۳) ’’ان کی سزا جو اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے لڑیں اور زمین میں فساد کرتے پھریں، یہی ہے کہ وہ قتل کردیئے جائیں یا سولی پر چڑھا دئے جائیں یا مخالف جانب ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں یا انہیں جلاوطن کردیا جائے۔ یہ تو ہوئی ان کی دنیوی ذلت اور خواری اور آخرت میں ان کے لیے بڑا بھاری عذاب ہے‘‘۔

لیکن کیا آپ تصور کرسکتے ہیں کہ فسادیوں اور دہشت گردوں کے لیے مقرر کردہ ان سنگین سزاؤں سے زیادہ بھیانک اور خطرناک سزا کا سزاوار کون ہے۔؟ دنیا کے سب سے بڑے پاپی وہ ہیں جو خود ظلم کرتے ہیں ،دہشت گردانہ کارروائیاں انجام دیتے ہیں،تقریر وتحریر سے سنسنی پھیلاتے

ہیں اور اخبارات ورسائل میں اور ٹیلی ویژن پر فرضی اور غلط اعداد وشمار اور رپورٹ پیش کر کے ملک وملت کو بلاوجہ خوف ودہشت میں مبتلا کرتے ہیں اور چارج شیٹ داخل ہونے اور قانونی عمل کے پورا ہونے سے پہلے ہی امن پسندوں کو ہی دہشت گرد ڈکلیئر کردیتے ہیں، یا آتنک وادی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ سب سے بڑے مجرم اور گنہگار ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''وَمَنْ یَّکْسِبْ خَطِیْئَۃً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ یَرْمِ بِہٖ بَرِیْئًا فَقَدِ احْتَمَلَ بُھْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِیْنًا'' (النساء:۱۱۲) ''اور جو شخص کوئی گناہ یا خطا کر کے کسی بے کردہ گناہ کے ذمہ تھوپ دے، اس نے بہت بڑا بہتان اٹھایا اور کھلا گناہ کیا۔''

امن وآشتی کے علمبردار ہی جب مجرمین کے کٹہرے میں کھڑا کردیئے جائیں تو آپ تصور کرسکتے ہیں کہ پھر امن وشانتی کون قائم کرے گا اور اخوت وانسانیت کے دلنواز نغمے کون گائے گا؟ اس پر مستزاد یہ کہ اس طرح سے اصل فسادیوں اور آتنکوادیوں کو کھلی چھوٹ مل جائے گی اور وہ مزید آزاد اور دلیر بن کر روئے زمین میں فساد فی الارض کا کام انجام دیں گے۔ امن پسندوں کی حوصلہ شکنی ہوگی۔ ان کا اعتماد اچھے کاموں سے اٹھنے لگے گا۔ اور اگر وہ اتفاق سے ایمان والے نہ ہوئے اور عقیدہ آخرت اور جزا وسزا سے کورے نکلے تو پھر زمین اور اہل زمین کا حال نالائق بیان ہوگا۔ پولیس اور انتظامیہ بے معنی ہوکر رہ جائے گی۔ حکومت اور حکمراں اپنی تمام تر قوتوں کے باوجود بے وقعت ہوکر رہ جائیں گے۔ اور یہ دیس اور اس کے واسیوں کے حق میں ایسی غداری، خیانت، بددیانتی وبداطواری اور بے قراری ہوگی جس کی کوئی تلافی ممکن نہ ہوگی۔ ایسے میں کون مجرم ومفسد اور آتنکی ہوگا جس کا جرم دوبالا نہ ہوجائے اور جس کا بول وبالا نہ ہوجائے اور کونسا امن پسند اور امانتدار ہوگا جس کی ہمتیں جواب نہ دینے لگیں؟۔ پھر جو نقصان ملک وملت اور وطن وانسانیت کا ہوگا وہ بیان سے باہر ہوگا۔ غم مستزاد اس پر ہے کہ اقدار بدل رہے تھے اب معیار بھی بدلنے لگے، ایمان بدلنے لگے تھے اب میزان بھی تبدیل ہونے لگے۔ اگر اس بدلاؤ کا یہی حال رہا تو اللہ کا وعدہ پورا ہوگا اور وہ منظر صاف صاف دکھائی دینے لگے گا جس کی خبر آیات بینات اور علاماتِ واضحات میں دی گئی ہے۔ ''یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ''۔ (ابراہیم:۴۸) ''اور جس دن زمین اس زمین کے سوا اور ہی بدل دی جائے گی اور آسمان بھی اور سب کے سب اللہ واحد غلبے والے کے روبرو ہوں گے۔'' پھر کھرے کھوٹے کا حال معلوم ہوجائے گا۔

کیا ہماری انتظامیہ، صحافت، سیادت وقیادت اور عدالت میں یہ دم خم اتنا بھی نہیں بچا کہ ظالموں کو کیفر کردار تک پہنچادے اور انصاف پسندوں اور امن کے علمبرداروں پر الزام وبہتان دھرنے والوں کو لگام لگاوے کہ وہی اصلی مجرم ہیں۔!!!

میں چیلنج کے ساتھ کہنا چاہتا ہوں کہ پورے بھارت میں کہیں بھی کوئی مثال دو جہاں اہل حدیث علماء، ان کے پھیلے ہوئے مدارس، ان کے سیاست داں، ان کے اساتذہ ومعلمین، ان کے تاجر ومتعلمین، ان کے خطباء ومقررین، ان کے اتالیق ومدرسین، ان کے مدارس ومساجد اور مراکز ومعاہد کسی تشدد اور دہشت گردی کی تعلیم وترویج میں ملوث پائے گئے ہوں۔ حالانکہ مجھے معلوم ہے کہ سلفی اور اہل حدیث بھی انسان ہیں۔ ان کے افراد بھی معصوم عن الخطا نہیں ہیں مگر اوروں کے مقابلے میں ان کے منہج، اصول، ایمان ویقین اور تعلیم وتلقین نے ان کو اس جرم عظیم کے ارتکاب سے مامون ومحفوظ رکھا ہے۔ بلکہ بلاخوف لومۃ لائم انہوں نے ہمیشہ دہشت گردی اور آتنک واد اور تشدد ومظاہرات کے خلاف فتوے اور بیان دیئے ہیں، کانفرنسیں اور اجتماعات منعقد کئے ہیں۔

پورے ملک میں سب سے پہلے کانفرنسوں اور سیمیناروں کے ذریعہ، فقہ وفتاویٰ کے ذریعہ، مدارس ومساجد کے محرابوں اور درسگاہوں کے ذریعہ، اجلاسہائے عام اور حلقہائے دروس کے ذریعہ اور اخبارات ورسائل کے توسط سے، پورے ملک میں امن وشانتی اور انسانیت کی بات کرنے والے ہم ہی نظر آئیں گے۔ اخوت وبھائی چارہ اور قومی یکجہتی کا نغمہ سنانے والے سب سے پہلے ہم ہی نظر آئیں گے۔ اپنے مسلمہ مسائل پر قوم وملت اور امت کے مصالح کو ترجیح دینے والے ہم نظر آئیں گے۔ جدوجہد آزادی کے ہراول دستوں میں ہمارے علماء وعوام ہی نظر آئیں گے اور دہشت گردی وداعش کی سنگینی سے ملک وملت کو واقف کرانے اور انہیں عصر حاضر کا سب سے بڑا ناسور قرار دینے والے ہم ہی نظر آئیں گے۔ پھر بھی ہم پر الزام تراشیوں کا سلسلہ جاری ہے۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

اور

گرنہ بیند بروز شپرۂ چشم

چشم آفتاب را چہ گناہ است

لیکن یہاں معاملہ بالکل برعکس ہے۔ قرائن وشواہد بتاتے ہیں کہ قلب ماہیت ومسخِ حقیقت کا یہ کھیل سوچ سمجھ کر اور نہایت منصوبہ بندی کے ساتھ کھیلا جا رہا ہے اور تو اور اس کار خیر میں جبہ ودستار، خانقاہ وزاویہ دار اور اخیار واشرار شریک وسہیم اور نام نہاد دانشوروں اور صحافیوں کی ہاں میں ہاں ملاتے نظر آ رہے ہیں۔ جس پر جس قدر ماتم کیا جائے کم ہے۔

میرا عقیدہ ہے کہ سلفیوں کا عقیدہ ومنہج ان کو کسی بھی تشدد اور دہشت گردی سے روکتا ہے۔ ان کا دین وایمان ان کی تاریخ اور ان کے رجال، علماء اور شخصیات، مدارس وجامعات اور مساجد ومکاتب ان باتوں سے باز رکھتے ہیں۔ ان کے احکام وشرائع ان کو ان خونی وارداتوں سے کوسوں دور رکھتے ہیں۔ ان کے اصول وضوابط اور اسلوب اس بات سے اباء کرتے ہیں کہ وہاں سے آتنکوادی کا گذر ہو جائے۔ دنیا کے کسی بھی خطے کے اہل حدیثوں اور سلفیوں پر نظر دوڑاؤ وہ کہیں بھی احتجاج کرتے ہوئے، ملک کے اثاثوں کو نقصان پہنچاتے ہوئے، حکومتوں کے خلاف عوام کو ورغلاتے ہوئے، حقوق انسانی کی دہائی دیتے ہوئے، سڑکوں اور ریل کی پٹریوں کو جام کرتے ہوئے، جلوس اور ریلیاں نکالتے ہوئے اور اصلاح وتعمیر کے نام پر فساد وبگاڑ پھیلاتے ہوئے یا ان کے اعوان وانصار بنتے ہوئے نظر نہیں آئیں گے۔ البتہ یہ بازیگر اور طالع آزما کوئی اور موقع محل سلفیوں پر الزام وبہتان تراشی کے لیے نہیں پاتے ہیں تو اس کے لیے زمین ہموار کرتے ہیں، شوشہ چھوڑتے ہیں، شگوفہ بازی کرتے ہیں، کچھ فلسفیانہ ومفکرانہ طرز اختیار کرتے ہیں اور بڑی معصومیت سے ردائے مکر وحیل اوڑھ کر راستہ بناتے ہیں، پھر سلفیت پر ہاتھ صاف کرنے کی راہ نکالتے ہیں۔ پچھلے دنوں بعض ممالک وبلدان میں سلفی حضرات کے اثرات اور اوقات وحیثیات کو دیکھ کر کچھ انتہائی ناعاقبت اندیش جلد باز، انقلاب ساز اور فتنہ باز لوگوں نے خود کو ہی یکا وتنہا مردِ میدان سمجھ رکھا تھا۔ مگر جب حالات ونتائج نے بتا دیا کہ قوت وعدد کے حساب سے سلفی دعوت زیادہ موثر اور طاقتور ہے تو اس کے خلاف ایک تیر سے کئی شکار شروع کر دیئے۔ غالباً یہود مدینہ نے بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کے ساتھ وہ چال نہ چلی ہوگی اور بدعہدی نہ کی ہوگی جو ان حضرات نے کی۔ اور اسے عالمی سطح پر باور کرانے کے لیے ہر خطۂ ارضی پر اس فلسفۂ مکر وحیل کو دہرایا اور اصل دشمن کو بھول گئے۔ اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ تشدد، دہشت گردی وغیرہ کا رخ سلفی حضرات کی طرف موڑ کر ظالموں اور سادہ جمہور کا ذہن اور توجہ اپنی کارستانیوں اور انقلاب آفرینیوں سے ہٹانے میں کامیاب ہو جائیں گے یا کم از کم ان سلفیوں کو بھی شریک وسہیم جرم کرنے میں کامیاب ہوں گے۔ دوسرے یہ کہ ہم جونہی مضبوط ہو جائیں ان کو اسی تشدد اور غلو کے نام پر جب چاہیں گے کنارے کر دیں گے اور ان پر تبرا پڑھنے سے دریغ نہیں کریں گے۔ ثالثاً وقت کے ظالموں اور جابروں کا رخِ ظلم وتشدد کا شکار ان سلفی حضرات کو بنا دیں گے اور ساری دنیا میں پھیل رہی ان امن وشانتی اور کتاب وسنت پر مبنی انسانیت نواز، توحید خالص پر مبنی تعلیمات جس کی سادگی اور اصالت وامتیاز کو دیکھ کر ساری دنیا سلفیت کی طرف لپک رہی ہے اس سے باز رکھنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ خدا اگر کوئی حماقت ہم سے سرزد ہوئی تو اسے بھی انہی سلفیوں کے سر منڈھ دیں گے خواہ وہ یہود کے ساتھ ساز باز کا معاملہ ہو یا مجوس کے ہتھکنڈوں سے سابقہ ہو۔

چنانچہ اس کے لیے انہوں نے ساری دنیا میں تحریک چلائی اور پروپیگنڈے کئے حتی کہ ہندوستان کے کچھ موقر جرائد ومجلّات نے پوری شطارت اور تلبیس کے ذریعہ سلفیت کے تین حصے یا اسکی تین خود ساختہ قسمیں بنا دیں اور اس میں ایک گروہ کو بزعم خویش متشدد باور کرا کر صاف صاف حکم صادر فرما دیا کہ اندیشہ اسی گروہ سے ہے اور اس کے ساتھ نباہ کر لیجانا بہت مشکل ہے:

بڑی باریک ہیں واعظ کی چالیں

لرز جاتا ہے آواز اذاں سے

دراصل یہی لوگ ارشاد باری تعالیٰ: ''وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓـئًا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا'' (النساء:۱۱۲) کے مصداق ہیں۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے، تقدیر پر ایمان رکھنا چاہئے، امت مسلمہ اور ملک وملت کو خرخشے میں ڈالنے سے اجتناب کرنا چاہئے اسی میں سب کی بھلائی ہے۔ واللہ من وراء القصد

☆☆☆

ایک تاریخی حقیقت

ابن احمد نقوی

قوموں کے عروج اور اصلاح وتربیت میں افراد کا کردار بڑا اہم بلکہ بنیادی ہی ہے۔اقبال نے کہا تھا۔

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

۱۔ہندوستان میں بھی ملت اسلامیہ برصغیر ہند کی اصلاح وتربیت میں ایسے ہی افراد کا بنیادی کردار رہا ہے۔اکبر کے دین الٰہی کے خلاف امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کا بنیادی کردار تھا۔اسی طرح مغلیہ سلطنت کے زوال پر مغلوں کو متنبہ کرنے اور امت کو اسلام کی اصل تعلیمات کی طرف رجوع کرنے کے لئے حضرت شاہ ولی اللہؒ نے جو بنیادی کام کیا وہ بھی ملت اسلامیہ ہند کی تاریخ کا سنہری باب ہے۔ شاہ صاحب نے مسلمانوں کو شرک وبدعات، خانقاہیت، قبوری طریقت سے دامن کش ہوکر کتاب وسنت کی تعلیمات کی طرف راغب کرنے کے لئے اپنے قلم کا استعمال کیا۔اس طرح انہوں نے مسلمانوں کی ذہنی تربیت کی راہ ہموار کی۔ان کی اس سعی مشکور کا یہ اثر ہوا کہ ان کا مشن ہندوستان کی ایک دینی واصلاحی تحریک بن گیا۔ان کے صاحبزادگان گرامی نے ان کے مشن کو آگے بڑھایا۔شاہ عبدالعزیزؒ نے حدیث کی تدریس کو عام کیا۔شاہ عبدالقادرؒ اور شاہ رفیع الدینؒ نے قرآن عظیم کا اردو میں ترجمہ کیا اس سے پہلے ان کے والد شاہ ولی اللہؒ نے قرآن کریم کا فارسی ترجمہ کرکے تفہیم کلام ربانی کا مبارک آغاز کرچکے تھے۔پھر شاہ صاحب کے پوتے سیدنا شاہ محمد اسماعیلؒ نے دعوت الی الکتاب والسنہ کو ملک کی ایک اہم عوامی تحریک بنادیا۔ان کی تبلیغ وتلقین سے مسلمان سلفیت یعنی دین خالص کے پابند ہوئے اور ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں مسلمان شرک وبدعات سے تائب ہوکر سچے مسلمان بن گئے۔ شاہ اسماعیلؒ نے جو چراغِ سلفیت روشن کیا۔اس کی روشنی ہر جگہ پہنچی اور ہر حلقہ سے عظیم سلفی علماء اور مصلحین میدان عمل میں آئے۔اور ہندوستان کی تاریخ کا رخ بدل دیا، خصوصاً مسلمانان ہند کو دینی، علمی اور سیاسی میدان میں سرگرم عمل ہونے اور ملک وقوم کی تعمیر وتجدید میں جو عظیم کارنامے انجام دیئے اسے تاریخ فراموش نہیں کرسکتی۔یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ گذشتہ تین صدیوں یعنی اٹھارہویں، انیسویں اور بیسویں صدی میں مسلمانان ہند کی نشاۃ ثانیہ کا دور ہے اس میں جو عظیم ترین علماء ومصلحین پیدا ہوئے وہ تینوں سلفی یعنی اہل حدیث تھے۔اٹھارہویں صدی میں سیدنا شاہ محمد اسماعیلؒ تھے جنہوں نے مسلمانوں کو دین خالص کی طرف بلایا اور اپنی مختصر مگر معرکۃ الآراء تصنیف ''تقویۃ الایمان'' سے مسلمانوں کے عقائد کا رخ بدل دیا، بعض لوگ اسے شیخ الاسلام امام محمد بن عبدالوہابؒ کی کتاب ''کتاب التوحید'' کا ترجمہ کہتے ہیں۔حالانکہ آں چیزے دیگرے است۔کچھ بھی ہو اس مختصر سی کتاب نے مسلمانوں کی دینی اصلاح وتربیت میں انقلابی کردار ادا کیا۔شاہ صاحب دین کی تبلیغ کے لئے ہر جگہ اور ہر صورت حال کا مقابلہ کرنے کو تیار رہتے تھے۔انہوں نے مغل بادشاہ کے دربار میں بھی دین خالص کی تبلیغ کی اور طوائفوں کے بالا خانہ جاکر وعظ کیا اور انہیں اس گناہ کی زندگی سے نکالا۔جب شاہ صاحب طوائفوں کے کوٹھے سے وعظ کرکے اترے تو شاہ محمد اسحاق کے چھوٹے بھائی شاہ محمد یعقوب نے انہیں ملامت کی کہ اسماعیل تم وہ ہو کہ بادشاہ تمہارے اجداد کو سلام کرتے تھے۔اور آج تم نے خود کو اس سطح پر گرالیا کہ طوائفوں کے کوٹھے پر جا پہنچے۔شاہ صاحب نے فرمایا: مولانا آپ کیا فرماتے ہیں۔میں اسے اپنی عزت سمجھوں گا کہ دہلی کے باشندے میرا منہ کالا کرکے، گدھے پر بٹھا کر چاندنی چوک کی سڑکوں پر گھماتے پھریں، پھر میں وہاں بھی بآواز بلند کہتا رہوں گا ''قال اللہ کذا وقال الرسول کذا''۔

جب ۱۸۰۳ میں انگریزوں نے دلی پر بھی قبضہ کرلیا تو شاہ عبدالعزیزؒ نے آزادی وطن کے لئے ایک فتوی جاری کیا کہ مسلمان ہندوستان کی آزادی کے لئے جہاد کریں اور نصاری افرنگ یعنی انگریزوں کو یہاں سے نکالیں۔اس فتوی کی بنیاد پر شاہ محمد اسماعیلؒ نے مولوی سید احمد رائے بریلویؒ کے ساتھ مل کر تحریک جہاد شروع کی جسے تحریک شہیدین بھی کہتے ہیں۔ہزاروں مسلمانوں نے وطن کی آزادی کے لئے اس جہاد میں حصہ لیا۔شاہ محمد اسماعیلؒ مجاہدین کے سپہ سالار تھے وہابیوں نے انگریزوں کے خلاف سرفروشی کے عظیم النظیر کارنامے انجام دیئے۔ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر نے جو بنگال کا سرکاری افسر تھا اپنی کتاب ''ہمارے ہندوستانی مسلمان'' میں لکھا ہے کہ وہابی ہندوستان میں انگریزی اقتدار کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔شاہ محمد اسماعیلؒ ۶ رمئی ۱۸۳۱ء کو بالاکوٹ میں شہید ہوئے۔

۲۔انیسویں صدی میں سرسید احمد خاں میدان عمل میں آئے وہ بھی وہابی یعنی اہل حدیث تھے وہ خانوادہ ولی اللہی یعنی شاہ ولی اللہؒ کے پوتے شاہ محفوظ اللہ کے شاگرد تھے شاہ محمد اسماعیلؒ کے بڑے معتقد تھے۔وہ اپنے عقائد میں بہت سخت تھے اپنے آپ کو نیم چڑھا وہابی کہتے تھے اور یہ بھی کہتے تھے کہ میں اپنے عقائد میں اتنا کٹر ہوں کہ بہت سے اہل حدیث اتنے کٹر نہیں ہیں۔

سرسید کے دور میں وہابیوں پر ہر طرف سے ستم رانی ہو رہی تھی انگریز تو وہابیوں کے دشمن تھے ہی ان کے نزدیک وہابی اور باغی ہم معنی لفظ تھے دوسری طرف قبوری طریقت کے قبلہ کے افراد بھی انگریزوں کی دریوزہ گری کر کے وہابیوں کے دشمن تھے۔ سرسید نے اپنے قلم سے ہمیشہ وہابیوں کا دفاع کیا۔ انہوں نے کبھی ایک لفظ بھی وہابیوں کے خلاف نہیں لکھا۔ وہابیوں نے انگریزوں کے خلاف جہاد شروع کر رکھا تھا۔ انگریز اس سے بہت مشتعل تھے اور مشکل میں بھی تھے۔ سرسید نے اس جنگ میں بھی وہابیوں کا دفاع کیا انہوں نے واقعات میں تحریف کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ وہابی انگریزوں سے نہیں لڑ رہے بلکہ سکھوں سے لڑ رہے ہیں حالانکہ یہ بات حقیقت کے خلاف تھی۔ سرسید دراصل وہابیوں یعنی مسلمانوں کو انگریزوں کی بربریت سے بچانا چاہتے تھے چونکہ وہ ۱۸۵۷ء میں ایسے مسلمانوں کے خلاف انگریزوں کے وحشیانہ انتقام کو دیکھ چکے تھے اور وہ نہیں چاہتے تھے کہ مسلمان پھر آگ اور خون کے طوفان سے گذریں۔

وہابی تحریک کی ناکامی کے بعد سرسید نے مسلمانان برصغیر کو بدلے ہوئے حالات میں عصری تقاضوں کا مقابلہ کرنے کے لئے جدید تعلیم کی طرف راغب کیا انہوں نے علی گڑھ میں اینگلو محمڈن کالج قائم کیا جو آج مسلم یونیورسٹی کی شکل میں عالم اسلام کی ممتاز درسگاہوں میں شمار ہوتی ہے۔ آج برصغیر ہند کے مسلمان جدید تعلیم کے میدان میں جس قدر ترقی کر چکے ہیں وہ سرسید کی سعی مشکور کا ہی نتیجہ ہے۔ سرسید جدید تعلیم کے ساتھ مسلمانوں میں سائنسی مزاج کو بھی فروغ دینا چاہتے تھے یعنی مسلمان توہم پرستیوں سے بچیں اور تدبر تفکر اور تعقل کو اپنائیں جس کی قرآن عظیم نے بتکرار تاکید و تلقین کی ہے۔ افلا تتفکرون، افلا تعقلون، افلا تتدبرون۔ مسلمانوں کو قرآن عظیم کے اسی ارشاد پر عمل کرنا چاہیے۔ وہ کہتے تھے کہ میری تمنا ہے کہ اس کالج سے جو طلبا فارغ ہو کر نکلیں ان کے ایک ہاتھ میں قرآن عظیم اور دوسرے ہاتھ میں سائنس اور سر پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا تاج ہو۔

سرسید اپنے بیٹے سید محمود کو لے کر لندن گئے تو وہاں اس وقت مذہب اور سائنس کا معرکہ شباب پر تھا نیچریت کے معلمین و مبلغین نیچر یعنی سائنس کی بنیاد پر ہر فکر و عقیدہ کو جانچنے کی ضد کر رہے تھے۔ سرسید جدید سائنس سے واقف نہیں تھے اس لئے اس معرکہ سے مرعوب ہو گئے اور خود نیچری بن گئے انہوں نے غضب یہ کیا کہ مذہب کو نیچر یعنی عقل کی میزان میں تولنے لگے اور اس وجہ سے وہ صراط مستقیم سے بھٹک گئے۔ علماء نے ان کے شذوذ کی شدید مخالفت کی اور انہیں کفر کی حد تک پہنچا دیا۔ خود سلفیوں میں بھی وہ مطعون مانے جاتے ہیں لیکن اس سلسلے میں مؤرخ اہل حدیث ڈاکٹر محمد بہاء الدین کی رائے بڑی حد تک درست ہے کہ سرسید کے شذوذ کو اللہ پر چھوڑ دینا چاہیے یا ان کے بارے میں نیچریت سے تائب ہونے کی بات تسلیم کر لینی چاہیے۔ اور ان کے اس دور کو پیش نظر رکھنا چاہیے جب وہ سلفیت کے داعی اور وہابیوں یعنی سلفیوں کے لئے تنہا سربکف تھے انہوں نے ہر حال میں اہل حدیثوں کا ساتھ دیا اور ہر جگہ ان کی حمایت کی۔ آج ضرورت ہے کہ ہم اپنے اس عظیم محسن کی بازیافت کریں۔ اور اسے اپنے اکابر کی صف میں جگہ دیں۔ آج برصغیر ہندوستان کا تعلیم یافتہ مسلمان سرسید کی اولاد معنوی ہے۔ لہٰذا اسلام کے اس عظیم فرزند کو اپنانا چاہئے۔

۳۔ اٹھارہویں انیسویں صدی عیسوی کے بعد بیسویں صدی کا دور آتا ہے یہ دور جدید ہندوستان کی تاریخ کا ضرورت سے زیادہ ہنگامہ خیز اور انقلاب آفریں دور تھا ہندوستانیوں نے انگریزوں کے خلاف جدوجہد کی اور بالآخر ہندوستان سے انگریزوں کو نکال کر اپنے دیش کو آزاد کرا لیا۔ آج ہم آزاد ہیں لیکن اس آزادی کی تحریک میں جو نام صف اول میں آتے ہیں ان میں محی الدین احمد ابوالکلام آزاد کا ہے جو ایک سلفی یعنی اہل حدیث تھے۔ محی الدین کے والد خیر الدین کٹر بدعتی تھے اس قدر سخت تھے کہ مشہور بریلوی عالم احمد رضا خان کو بھی اپنی میزان پر کھرا نہیں سمجھتے تھے۔ مولانا آزاد نے لکھا ہے کہ جب میاں صاحب سید نذیر حسین محدث دہلویؒ حج کو گئے تو انہیں گھیرنے کے لئے ایک سوالنامہ مرتب کیا گیا جس کا مقصد یہ تھا کہ حضرت میاں صاحب کو عقائد کی بحث میں الجھا کر انہیں وہابی ثابت کر کے ترک گورنر کو اکسایا جائے کہ وہ انہیں سزا دیں۔ یہ سوالنامہ مولانا آزاد کے والد شیخ مولوی خیر الدین کے دماغ کی اختراع تھا۔

بہرکیف محی الدین شروع سے ہی ایک بیدار ذہن کے مالک تھے اور اپنے گھر کی سخت گیری سے بیزار بھی۔ اس زمانے میں سرسید کا رسالہ ''تہذیب الاخلاق'' نکلتا تھا جس میں سرسید مسلمانوں کو کھلے ذہن سے سوچنے کی تلقین کرتے تھے سرسید وہابی تھے اس لئے تقلید کے بھی خلاف تھے سرسید کا رسالہ مولوی خیر الدین کے گھر میں نہیں آ سکتا تھا محی الدین کی نوعمری کا زمانہ تھا وہ اور کسی کے پتے پر رسالہ منگواتے اور مطالعہ کرتے یہیں سے انہیں سلفیت کی طرف آنے کا موقع ملا۔ پھر کلکتہ میں مولوی محمد یوسف رنجور تھے وہ کلکتہ یونی ورسٹی میں چیف مولوی تھے وہ مجاہد کبیر مولانا یحییٰ علی صادق پوری کے فرزند تھے جب مولانا یحی علی کو وہابی مقدمات کے سلسلہ میں کالا پانی کی سزا ہوئی تو محمد یوسف صرف چھ ماہ کے تھے۔ باپ کی شفقت نہیں ملی تھی وہابیت یعنی سلفیت والد کی وراثت تھی اسے پایا خود ایک سلفی عالم بن گئے پھر وہ مشہور انقلابی سلفی عالم مولانا محمد ابراہیم آروی کے داماد تھے اس لئے سلفیت کا رنگ اور بھی گہرا ہو گیا۔ نوعمر محی الدین انگریزی پڑھنا چاہتے تھے انہوں نے مولوی محمد یوسف رنجور سے رابطہ قائم کیا، محمد یوسف نے انہیں انگریزی بھی پڑھائی اور سلفیت سے بھی آشنا کیا، سرسید کے مضامین انہیں پہلے ہی اس طرف مائل کر چکے تھے لہٰذا کٹر بریلوی گھرانے کا پیرزادہ سلفیت کا علم بردار بن گیا پھر عظیم سلفی عالم علامہ رشید رضا مصری کی تفسیر المنار نے یہ رنگ اور بھی گہرا کر دیا۔ جب علامہ رشید رضا ہندوستان آئے

تو ابوالکلام ان کے ساتھ رہے۔ اوران کی ذات اورفکر سے بے حد متاثر ہوئے۔

سرسید کی طرح مولانا ابوالکلام آزاد بھی سیدنا شاہ محمد اسماعیل کی انقلابی شخصیت سے بے حد متاثر تھے جس طرح سرسید نے ''آثار الصنادید'' میں سیدنا شاہ اسماعیلؒ کا والہانہ انداز میں ذکر کیا ہے اسی طرح ابوالکلام آزاد نے بھی اپنی تصنیف ''تذکرہ'' میں اس مجدد عصر اوراسکندر عزم کوخراج عقیدت پیش کیا ہے۔

ابوالکلام آزاد شروع سے بیدار مغز تھے انہوں نے جس طرح دین میں صراط مستقیم کو اپنایا اسی طرح سیاست میں بھی وہ راہ راست پر گامزن رہے۔ وہ حقیقت پسند سیاستداں تھے اور جذباتی اور تفریق پسند سیاست کے قائل نہیں تھے۔ وہ جانتے تھے کہ مسلمانوں کی فلاح متحدہ قومیت اور متحدہ وطنیت میں ہے انہیں برادران وطن کے ساتھ ہم قدم ہوکر چلنا ہے انہوں نے اپنے جریدہ ''الہلال'' میں مسلمانوں کو اسی راہ پر بلایا اور بلاشبہ مسلمانوں نے ان کی آواز پر لبیک کہا مسلمانان ہند کی اکثریت مسلم لیگ کے ساتھ نہیں تھی وہ آزاد کی قیادت میں وطنیت کی علم بردار تھی اور کانگریس کا ساتھ دیتی تھی، مسلم لیگ کی بے بصیرت اور باطنی قیادت صرف مسلمان زمینداروں اور جاگیرداروں کی نمائندہ تھی۔ پنجاب اور بنگال کے جاگیرداروں نے اپنی جاگیریں بچانے کے لئے ملک کی تقسیم کا نعرہ لگایا۔ اس وقت ابوالکلام آزاد نے مسلم لیگ اور اس کی باطنی قیادت سے پوچھا تھا کہ اسلام نے اللہ کی زمین کو مذہب کے نام پر تقسیم کرنے کی کب اجازت دی ہے اگر مسلمان ایسی نصیحتں کرتے رہے تو کیا وہ ایک آفاقی امت بن سکتے تھے۔ مسلم لیگ اوراس کی بے بصیرت قیادت کے پاس نہ اس وقت اس ہمالیاتی وزن کے سوال کا جواب تھا اور نہ آج ہے۔ اگر مولانا آزاد کی بصیرت کو سمجھا جاتا اور ملک تقسیم نہ ہوتا تو آج ہم ان حالات سے دوچار نہ ہوتے جن کا آج شکار ہیں۔ بہرحال اس تاریخی حقیقت کا اعادہ ضروری ہے کہ گذشتہ تین صدیوں میں مسلمانان برصغیر نے جو عظیم ترین فرزند پیدا کئے یعنی شاہ محمد اسماعیل ،سرسید اور ابوالکلام آزاد وہ تینوں سلفی یعنی اہل حدیث تھے۔ یعنی اہل حدیث ہندوستان کی جامع تاریخ میں قائدانہ کردار ادا کرتے رہے ہیں۔ جس طرح قادیانی فتنہ کی سرکوبی کے لئے ایک سلفی عالم علامہ ثناء اللہ امرتسریؒ نے انقلابی اور فاتحانہ کردار ادا کیا اسی طرح شاہ اسماعیل، سرسید اور ابوالکلام نے مسلمانان برصغیر کو دینی، علمی اور سیاسی رہنمائی میں قائدانہ کردار ادا کیا۔ دوسرے علماء ورہنما اور مصلح جو بھی آئے وہ انہی تینوں انقلابی رہنماؤں کے نقش قدم پر چلنے والے تھے۔ ہم انہیں بھی سلام کرتے ہیں اور ملی تاریخ میں ان کے اعلیٰ مقام کو تسلیم کرتے ہیں۔

سیدنا محمد اسماعیل شہید۔ پیدائش ۱۷۷۵ء، شہادت ۶/مئی ۱۸۳۱ء بالاکوٹ

سرسید احمد خاں۔ پیدائش، ۱۸۱۷ء وفات ۱۸۹۸ء

ابوالکلام آزاد۔ پیدائش ۱۸۸۸ء وفات فروری ۱۹۵۸ء

دوستی بڑھانا ہے

ڈاکٹر عبدالرؤف صابرؔ رحیمی

عظمتِ صحابہ کا زمزمہ سُنانا ہے
ساغرِ محبت کو پیار سے پلانا ہے
آؤ پھر عہد کرلیں مل کے ساتھ رہنے کا
دوستی کے ہاتھوں ہی دوستی بڑھانا ہے
ذات فرقہ بندی سے ہم تو مٹ گئے کب کے؟
مسلکی تعصب کو اب ہمیں مٹانا ہے
آندھیوں کی آمد پر پھر کوئی قیامت ہے
رُخ یہی بتاتا ہے آشیاں جلانا ہے
زندگی تجھے آخر سن لے آزمانا ہے
پھر وہی صلیبیں ہیں پھر وہی نشانہ ہے
تخت وتاج کا حصہ اب ہمیں کہاں حاصل؟
مصطفیٰ کی عظمت کو بس ہمیں بڑھانا ہے
مجھ سے تم خفا ہوکر کیا کروگے اے ظالم!
پرچم رسالت کو چرخ پہ اُڑانا ہے
جو یتیم بیوہ ہیں مفلسی کی چادر میں
پیار سے انھیں صابرؔ سیم و زر اوڑھانا ہے

از قلم: ابوالقاسم عبدالعظیم
جامعۃ الثقافۃ والاعلام مئوناتھ بھنجن (یوپی)

بموقع ۳۴ ویں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس

آلودگی کی روک تھام اور اسلامی تعلیمات

الحمد لله رب العالمين، ولا عدوان الا على الظالمين وصلى الله وسلم وبارك على رسوله محمد وآله وأصحابه اجمعين أما بعد:

فارسی زبان کے مصدر ''آلودن'' سے مشتق الفاظ ''آلودہ'' ''آلودگی'' اور ''آلائش'' جس کے اردو معانی لتھڑنا، آلودہ ہونا، لتھڑا ہوا، ناپاکی اور گندگی ہوتے ہیں۔عربی زبان میں اسے کثافت، تلوث، تلویث، تدنیس، تعذر، توسخ، نجس، نجاست، رجز اور رجس وغیرہ الفاظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ انگریزی اور فرانسیسی زبان میں اسے پالوشن (Polution) کہا جاتا ہے۔

علم، سائنس، طب اور حکومت وسیاست کی زبان میں اس سے مراد ''ماحولیاتی آلودگی'' لیا جاتا ہے۔اس وجہ سے اس کی اصطلاحی تعریف میں اقوام متحدہ اور اس کے زیر اثر ملکی وعالمی اداروں اور حکومتوں کی زبان میں قدرے اختلاف پایا جاتا ہے۔ اور ہر سال پانچ جون کو پوری دنیا میں یوم ماحولیات کے طور پر منایا جاتا ہے۔ ہمیں اس مختصر مقالے میں اس کی تعریفات سے سروکار نہیں ہے اور نہ اس کے جزئیاتی تفسیر وتبدل اور اجزاء کثافت کی کمی بیشی اور تغیر پذیر اضرار ونقصانات سے بحث کرنا ہے۔ ہائیڈروجن، نائٹروجن اور مختلف اقسام کے آکسائڈس وغیرہ کے ہوا، پانی اور مٹی اور اس کے ماحولیات میں موجود بسنے والے حیوانات، حشرات، نباتات اور بالخصوص انسان پر اس کے کیا طبی ومیڈیکلی نقصانات مترتب ہوتے ہیں اور ان کی ہستی ونیستی پر کون کونسی مہلک بیماریاں لاحق ہوتی ہیں یہ مقالہ اس کا بھی متحمل نہیں ہے۔ ماحولیاتی کثافت یا ماحولیاتی آلودگی کا سچا مطالعہ کرنے والے اور ہمہ جہت اس پر نگاہ تحقیق رکھنے والے یہ بات بخوبی جانتے ہیں کہ اس کثافت وآلودگی کا ہوّا کھڑا کرنے والے یورپ وامریکہ اور ان کے ہمنوا ممالک اپنے قول وفعل میں کتنے سچے اور کتنے جھوٹے بلکہ کس قدر متضاد واقع ہوئے ہیں اور اپنی منفعت کے لئے کس فریب کاری میں مبتلا ہیں۔

جب ہم مذہبی اور دینی نقطۂ نظر سے ماحولیاتی آلودگی کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام، یہودیت اور عیسائیت ہر ایک میں اس کے اسباب دو قسم کے پائے جاتے ہیں اختیاری اور غیر اختیاری۔ پھر یہ دونوں اسباب مادی ومعنوی اور روحانی وجسمانی میں تقسیم ہوجاتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کا زیادہ تر تعلق انسان کی اپنی کرتوت سے ہے۔ اسی وجہ سے قرآن کریم میں علی الاعلان یہ خبر دی گئی ہے کہ: ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (الروم:۴۱) خشکی اور تری دونوں میں لوگوں کی بداعمالیوں اور اپنی کرتوت کی وجہ سے فساد پھیل گیا تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں ان کی بعض کرتوتوں کا پھل چکھادے۔ بہت ممکن ہے کہ وہ ان سے باز آجائیں۔

آیت کریمہ کے الفاظ ومعانی پر غور کیجئے آپ دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ہر ہر لفظ میں معجز بیانی کے ذریعہ کس قدر جامعیت رکھ دی ہے۔ متنوع الاقسام کثافتوں اور آلودگیوں کو ''فساد'' سے تعبیر کیا ہے۔ ہر وہ شئی جو کسی کمی یا زیادتی کے ذریعہ حد اعتدال سے نکل جائے اور توازن کھودے اسے فساد لاحق ہوجانے سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ چنانچہ کبھی توحید خالص ہونے کی بجائے شرک آمیز ہوکر فاسد ہوجاتی ہے، کبھی ایمان خالص ہونے کے بجائے کفر آلود ہوکر فاسد ہوجاتا ہے اور کبھی عمل صالح عمل بد سے مل کر خراب ہوجاتا ہے۔ اسی طرح اشیائے مادیہ ظاہرہ وباطنہ بھی اعتدال اور توازن سے نکل کر فساد قبول کرلیتی ہیں، اور ان کے اضرار ونقصانات محسوس کئے جانے لگتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ

پھر لفظ ''ظَهَرَ'' کثافت وآلودگی کی مقدار کی طرف اشارہ کرتا ہے، یعنی آلودگی خفا سے نکل کر ظہور پذیر ہوجاتی ہے اور اہل تحقیق اپنے علم کے مطابق اس کی مقدار کا اندازہ بھی کرلیتے ہیں اور اس کے نقصانات کا تخمینہ کرلیتے ہیں۔

"فی البر والبحر" آلودگی کا دائرہ کار متعین کرتے ہیں۔ چنانچہ ہمیں اس سے زمینی آلودگی، ہوائی آلودگی، فضائی آلودگی، بحری وآبی آلودگی اور ان سب کے مشمولات کی آلودگی کا علم ہوتا ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آسمان آلودہ نہیں ہوتا بلکہ جہاں تک بدکردار انسانوں کی رسائی ہے وہیں تک آلودگی پہنچتی ہے، پھر اس کو عروج وزوال لاحق ہوتا رہتا ہے۔

"بما کسبت ایدی الناس" سے آلودگی اور کثافت کے اسباب کا پتہ چلتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا اصل سبب وسرچشمہ ہمارے آپ جیسے انسان اور ان کی کرتوت ہیں۔ جن سے وہ تمام اشیاء متاثر ہوتی ہیں جو خلا وفضا سے لے کر تحت الثریٰ تک کسی نہ کسی طور سے ہماری دسترس یا پہنچ میں ہے۔

"لیذیقهم بعض الذین عملوا" سے آلودگی وکثافت کے اضرار ونقصانات میں ہماری حصہ داری کی طرف اشارہ ہے اور آلودگی وکثافت پیدا کرلینے کے جزوی انجام کی خبر دی گئی ہے۔ یعنی اشیائے کائنات تو اس سے متاثر ہوتی ہی ہیں، بنی نوع انسان بھی ان کے نقصانات ومضرات سہتے ہیں، اور انہیں خاص مقصد سے اس

کا شکار کیا جاتا ہے جو انہیں کے مقصد و مطلب کا ہے یعنی انہیں ہوشمندی میں لانا جس کی طرف ''لعلھم یرجعون'' کے ذریعہ اشارہ کیا گیا ہے۔

الغرض گلوبل وارمنگ کے جملہ اسباب وعلل، نتائج، مقاصد اور دائرہ کار اور مقدار وقوع وغیرہ نہایت سلاست سے معجزانہ طور پر مختصراً بیان کر دیئے گئے ہیں۔

اسلام، یہودیت اور عیسائیت میں سے ہر ایک نے ان کثافتوں کی روک تھام کے ذرائع پر جستہ جستہ گفتگو کرتے ہوئے ان کی ہیئتا کی بیان کی ہے اور حتی الامکان اس کے علاج، حل اور تدارک کی کوشش کی ہے۔ ماحولیاتی آلودگی کے بعض ظاہری اسباب وعلل جن کی روک تھام کی اسلام میں واضح تعلیمات احادیث نبویہ میں مذکور ہیں ذیل میں باختصار ان کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

جمے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا، اس میں پاخانہ کرنا، اس میں غسل کرنا، باتھ روم یا غسل خانہ میں پیشاب کرنا، سایہ دار درختوں کے نیچے قضاء حاجت کرنا، عام اور چالو راستوں میں پیشاب پاخانہ کرنا، لوگوں کے بیٹھنے کی جگہ یا مجلس لگانے کی جگہ پر یہ کام انجام دینا، جمعہ کے دن غسل کا اہتمام نہ کرنا، دھوپ میں گرم ہوئے پانی سے غسل کرنا، آدھے بدن دھوپ اور آدھے بدن سایہ میں رہنا، نیند سے اٹھ کر بلا ہاتھ دھوئے پانی کے برتن میں ہاتھ ڈال دینا، گھر، آنگن اور آبادیوں میں کوڑا کرکٹ جمع کر کے رکھنا، مسجد میں پیشاب کرنا، تھوکنا یا بلغم نکالنا، اور اسے دفن نہ کرنا، قبلہ کی دیوار پر تھوکنا، بلغم یا ریٹھ ڈالنا اور اسے نہ کھرچنا یا نہ مٹانا، باسی اور تازہ کھانا دونوں ملا کر یا خلط ملط کر کے کھانا، کھانے کے فضلات جو منہ یا دانتوں کے بیچ پھنس گئے ہوں انہیں زبان کی نوک یا خلال وغیرہ سے منہ کے باہر نکال کر دوبارہ نگل جانا، مسواک کا اہتمام نہ کرنا، حرام اور نجس یا ناپاک اشیاء کا استعمال کرنا، یا اسے کھانا، مردہ شخص یا مردار جانور کو دفن نہ کرنا بلکہ اسے یونہی چھوڑ دینا اور تعفن پھیلنے دینا، جلتی ہوئی آگ اور جلتے ہوئے چراغ سے غفلت برتنا، دھوئیں اور اس جیسی اشیاء کے خاتمہ کا اہتمام نہ کرنا، مجلسوں میں گوز مارنا، آواز سے پادنا، زنا اور لواطت جیسی گھناؤنی کرتوت میں ملوث ہونا، عورت کی سرین یا دبر میں جماع کرنا، عورت سے حالت حیض میں شہوت رانی کرنا، مردار جانوروں کو خواہ وہ حلال جانوروں کی قسم سے بھی ہوں غذا بنانا۔ دم مسفوح استعمال کرنا، زہریلی اور نشیلی اشیاء کا استعمال کرنا، یا نشہ آور برتنوں کا استعمال کرنا، استنجاء میں داہنا ہاتھ استعمال کرنا، گوبر اور ہڈی سے استنجاء کرنا، گلاس یا برتن میں سانس لے کر یا پھونک کر پینا، کھانے پینے کی اشیاء میں مکھی گر جائے تو اسے ڈبو کر نہ پھینکنا، کتے کے منہ لگائے یا چاٹے ہوئے برتن کو مٹی سے نہ دھلنا وغیرہ وغیرہ مسائل کثیرہ، جن میں سے بہت سے مسائل کے جزئیات اور عصر حاضر میں ان کی ترقی یافتہ یا بدلی ہوئی شکل وصورت اور نوعیت پر غور کیا جائے تو سینکڑوں ایسی اشیاء کھل کر سامنے آتی ہیں جن کی کثافت وآلودگی ماحولیات کو بے حد متاثر کرتی ہیں اور مختلف انواع واقسام کے امراض اور جراثیم وائرل کرتی ہیں جن سے گلوبل وارمنگ کا خطرہ منڈلا نے لگتا ہے۔ لیکن بسا اوقات انسان انہیں ضرورت اور ترقی پر محمول کر کے جھیلنے پر خود کو آمادہ پاتا ہے، اور اسے آسائش کا ذریعہ مانتا ہے۔ حکومتیں اس میں اپنی ترقی یا مادی واقتصادی فوائد محسوس کرتی ہیں جب کہ بسا اوقات وہ ''خود را فضیحت دیگراں را نصیحت'' کا مصداق بن کر دوسروں کو اس سے باز رکھنے کی کوشش بھی کرتی ہیں۔

مثال کے طور پر اگر ہم صرف دھوئیں اور آواز اور گرد وغبار کی کثافت وآلودگی پر غور کریں تو کیا ہمیں کوئی ایسی نظیر مل سکتی ہے جو اس کے خلاف آواز اٹھاتی ہو اور خود اس فعل سے اجتناب اور علیحدگی اختیار کرتی ہو۔

پٹرول، ڈیزل اور سیمنٹ وغیرہ پیدا کرنے، ان کی صفائی کرنے اور مختلف طریقوں پر ان کے ادنی واعلیٰ درجہ کے استعمال اور ان کے کل کارخانوں کی سماعت شکن آوازیں، ایٹمی ری ایکٹر، ایٹمی بجلی گھر اور اعلی وادنی قسم کے جنریٹر اور ان کی کثافتیں، کون سی ایسی چیزیں ہیں جو کوئی ملک اپنائے بغیر اپنی ترقی کے خواب پورا کر سکتا ہو، مگر پھر بھی یہ مادی کثافتیں ان روحانی اور معنوی وباطنی کثافتوں سے نہایت کم تر ہیں جن کی طرف صرف اور صرف ایک مومن ہی نظر رکھتا ہے، جبکہ مادہ پرستوں کے نزدیک وہ جدیدیت اور ترقی کی علامتیں شمار کی جاتی ہیں۔ اسلام نے شرک کو ظلم عظیم کہا ہے اور اس کے نقصانات کو واضح انداز میں بیان کیا ہے۔ زنا اور فواحش کے ظاہری وباطنی تمام طور طریقوں کو حرام کیا ہے ۔ لواطت کو بے مثال جرم عظیم قرار دیا ہے۔ ناپ تول میں کمی اور زکاۃ کی نادہندگی کو ایسے جرائم اور ماحولیاتی آلودگی کے اسباب میں شمار کیا ہے جس سے کبھی قحط اور خشک سالی آتی ہے، کبھی بارش بند ہو جاتی ہے، کبھی مختلف قسم کے جدید ترین امراض اور طاعون اور وبائی امراض کے انتشار کا خطرہ رہتا ہے۔ مثال کے طور پر سنن ابن ماجہ کی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی اس حدیث کو دیکھئے جس میں آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ جب کسی قوم میں علی الاعلان حد تک زنا اور فواحش پھیلتے ہیں تو اس قوم میں طاعون اور ایسی بیماریاں در آتی ہیں جو اس سے قبل اس قوم کے اسلاف میں نہیں تھیں۔ اور جو قوم زکاۃ ادا کرنے سے کتراتی ہے تو اس پر بارش کا نزول رک جاتا ہے اور اگر حیوانات نہ ہوتے تو ایک دم بارش نہ ہوتی۔

اس حدیث کی روشنی میں آپ چند سال پہلے دہلی کے اس عالمی اولمپک کھیل کی رپورٹیں اور اخبارات میں شائع ایسی خبروں کی روشنی میں موازنہ کیجئے جس میں تہذیب کا اعلی اور شائستہ نمونہ پیش کرتے ہوئے کہا گیا کہ صرف کھیل کے پہلے روز ہی اتنا کنڈوم استعمال ہوا کہ نالیاں بھر بھر گئیں، شرکاء نے ایڈز کی بیماری سے بچنے کا مہذب طریقہ اپنایا۔ پھر انہیں اخبارات کے ذریعہ جدید قسم کے امراض وجراثیم اور انواع اقسام کے نئے نئے بخار اور وبائی امراض کے پھیلنے کی خبریں بھی ملاحظہ کریں۔

بارش جو کہ کثافت وآلودگی دور کرنے کا سب سے بہترین ذریعہ تسلیم کی جاتی

ہے،اس کی قلت اس قدر واضح ہے کہ پورے ملک کی بیشتر ندیاں شدید برسات کے موسم میں اپنی نصف سطح کو بھی نہیں پہنچتیں۔موسم گرما میں وہ یا تو بالکل خشک ہوجاتی ہیں، یا نالے نالیوں سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتیں۔آبی آلودگی پورے ملک کا ایک اہم اور بڑا مسئلہ بنی ہوئی ہے۔گنگا اور جمنا دریائیں بھی اس کا زبردست شکار ہیں۔۲۰۱۳ء کے ایک ٹی وی اور قومی نشریہ کے مطابق جمنا سے جڑی اس سچائی سے پردہ اٹھایا گیا تھا کہ جمنا کا اصلی پانی تو دہلی سے بہت پہلے ہی مکمل طور پر روک لیا جاتا ہے۔اور دہلی میں موجود جمنا میں جو پانی بہہ رہا ہے وہ تو گندے نالے، نالیوں، فلش اور گٹر کا پانی ہے۔گنگا کی حالت بھی جمنا کی حالت سے قریب تر ہی ہے۔حالانکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بارش کے پانی کو بار بار اپنے بندوں کے لئے رزق اور زمین کے لئے حیات بخش بتایا ہے۔دیکھئے سورہ البقرہ ۱۶۴، النحل ۶۵، العنکبوت ۶۳، الجاثیہ ۵ ،الفاطر ۹، ق ۱۱، یٰس ۳۶، الفرقان ۴۹، الروم ۲۴، ۵۰ اور سورہ الفرقان کی آیت ۴۸-۴۹ میں بہت صاف لفظوں میں اعلان کردیا گیا ہے کہ ’’اور تمہارا پاک پروردگار ہی ہے جو باران رحمت سے پہلے خوش خبری دینے والی ہواؤں کو بھیجتا ہے اور وہ ہم ہی ہیں جو آسمان سے پاک پانی برساتے ہیں تاکہ اس کے ذریعہ مردہ شہروں کو زندگی عطا کردیں، اور اسے اپنی مخلوقات میں سے بہت سے چوپایوں اور انسانوں کو پلاتے رہیں‘‘، آیت کریمہ میں بارش کے پانی کو رحمت اور ماء طہور (بفتح الطاء) کہا گیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بارش کا اصل پانی خالص رحمت اور آلودگی و کثافت سے پاک، پاکیزگی حاصل کرنے کا خالص ذریعہ ہے۔لہٰذا اگر انسانی کرتوت سے فضائیں مکدر نہ ہوتیں تو زمین پر آنے والا ہر قطرہ پورا پورا آلودگی کش اور کثافت شکن ہوتا اور انسان ودیگر خلق خدا بہت سارے امراض وزہریلے جراثیم اور وباؤں سے محفوظ ہوتے۔احادیث شریفہ کے مطابق انسان کے گناہوں اور مسلمانوں کے کماحقہ زکاۃ نہ ادا کرنے کے سبب بھی بارش روک لی جاتی ہے اور اگر چوپائے اور دیگر حیوانات نہ ہوتے تو بارش بالکلیہ روک لی جاتی۔لیکن واہ رے سورج کی بالا بنفشی شعاعوں اور اوزون میں شگاف پر نظر رکھنے والو! اور مختلف النوع آکسائڈس کی مقدار کا اعشاریاتی تجزیہ کرنے والو! زنا و فواحش اور ہم جنسی کی اباحیت کو قانونی جواز فراہم کرنے والے دانشوران کیا آپ لوگوں نے کبھی اپنی کرتوت کی کثافت و آلودگی پر نظر نہیں کیا۔

ہر قسم کے ڈی جے، بینڈ باجے، ایٹمی وغیر ایٹمی دھماکے، مشینوں اور کارخانوں کے کل پرزے، موٹریں، ہوائی جہاز، جیٹ طیارے، میزائلوں کی گھن گرج، کوہ شکن بارودی سرنگیں، میلوں میلوں کے بڑے بڑے شور افزا پلانٹ جو صوتی آلودگی کے ساتھ ساتھ ہر قسم کی ماحولیاتی زمینی، فضائی اور بری و بحری آلودگی کے اسباب وذرائع شمار ہوتے ہیں لیکن ملکی ترقی میں ان کا سودمند رول مانا جاتا ہے انہیں تو مزید ترقی یافتہ اور کارکردگی میں زیادہ باصلاحیت بنانے پر زور دیا جاتا ہے اور خطرات کے سارے کثیف بادلوں سے صرف نظر کیا جاتا ہے، لیکن مسجدوں سے لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ دوتین منٹ کی اذان جو صوتی آلودگی میں فلٹر و فریشر کا کام کرتی ہے اسی پر پابندیاں عائد کی جاتی ہیں کیا بلاد مغرب اور کیا دوسرے ممالک؟ اس سوچ میں سب یکساں اور اس حمام میں سب ننگے ہیں۔

مجھے یہ ماننے میں کوئی تذبذب یا کوئی باک نہیں کہ ہماری زمین، ہماری ہوا، ہماری فضا، ہمارے دریا و سمندر اور ندی نالے ہر ایک مضرت رساں حد تک کثیف وآلودہ ہوچکے ہیں، بلکہ بیک لفظ ہمارے سارے بر و بحر کو ’فساد‘ لاحق ہوگیا ہے اور حکومتیں اور اقوام متحدہ کے ادارے کافی حد تک اس تعلق سے مختلف ذرائع کے ساتھ محنت وکوشش میں لگے ہیں اور عوامی بیداری کی مہم بھی چلا رہے ہیں لیکن ان کی یہ ساری محنت وتگ ودو مادی کثافت کی بیخ کنی تک ہی محدود ہیں اور منافقت پر مبنی ہیں، کیونکہ معنوی وروحانی کثافت کا تدارک ومداوا تو دور کی بات، انہیں ناقابل معافی حد تک بڑھاوا بھی دیا جارہا ہے۔

یورپ اور اس کے ہمنوا ممالک کی منافقت تو کچھ اور ہی ہے۔وہ کہہ رہے ہیں گلیشیر پگھل رہے ہیں۔شمال کی برف ختم ہورہی ہے، انٹارکٹیکا کے برفانی تودوں میں دراڑ پڑ رہی ہے۔ہوائیں اپنا رخ بدل رہی ہیں، یورپ سوکھ رہا ہے۔اس کی ہریالیاں خشک ہونے کو ہیں۔ان دعوؤں کے پیچھے دراصل انہیں اس بات کا اندیشہ ہے کہ شمال ومغرب کی نمناک ہوائیں وسط ایشیا اور جنوب کی طرف نہ مڑ جائیں اور جزیرۃ العرب کے سنگلاخ صحرا سرسبز وشاداب نہ ہوجائیں جبکہ ہم اہل اسلام کے نزدیک یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے سرزمین عرب آئندہ زمانہ میں باغ وبہار اور گل وگلزار اور چشمہ وآبشار میں تبدیل ہوجائے گی۔(چوتھائی صدی کے عرصہ میں ۲۰۱۸ء کے خاتمہ تک ایسے مختلف آثار نمایاں ہوچکے ہیں۔(ابوالقاسم عبدالعظیم)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لا تقوم الساعة حتى تعود أرض العرب مروجا وأنهارا (صحیح مسلم/۲۳۳۹، مسند احمد ۲/۷۰۳، ۴۱۷، مستدرك حاكم ۴/۴۷۷) نیز ہمیں یہ بھی یقین ہے کہ صرف بارش نہ ہونا خشک سالی نہیں ہے بلکہ ایسی زہر آلود بارش ہوگی کہ کھیت وباغات جل جائیں گے اور نباتات کی نشوونما بند ہوجائے گی اور یہ بھی ہونے والا ہے۔(صحیح مسلم:۲۹۱/۷)

ہم تو عالمی جنگوں کے سبب آئندہ زمانہ میں ہونے والی ایسی کثافت اور آلودگی پر ایمان رکھتے ہیں کہ جن سے جنگوں میں ۹۹/۱۰۰ لوگ مارے جائیں گے۔اور ایسی سڑاندھ وبدبو ہوگی کہ فضا میں پرندے بھی گذرنا چاہیں تو اسے پار کرنے سے پہلے ہی مرکر گرجائیں گے۔(صحیح مسلم:۲۸۱/۷)

اور ہم اس شدید آلودگی پر بھی یقین رکھتے ہیں جو آخری زمانہ میں حضرت عیسیٰ

علیہ السلام کے نزول کے بعد اور دجال کے قتل کے بعد کے زمانہ میں یاجوج وماجوج کی فوجوں کی موت سے ظہور پذیر ہوگی کہ جب لوگ حضرت عیسی علیہ السلام کے ساتھ وادی طور سے نکل کر آئیں گے اور یاجوج وماجوج کی لاشوں کو بدبو ناقابل برداشت حدتک ہوگی تب آپ اور آپ کے اصحاب اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے، تو اللہ تعالیٰ ایسے بھاری بھرکم پرندے بھیجے گا جو ان کی لاشوں کا نامعلوم مقام پر ٹھکانہ لگادیں گے۔ پھر ایسی زبردست بارش ہوگی کہ ہرایک کچا پکا مکان پانی بھر کر دھل جائے گا اور یہ آلودگی ختم ہوجائے گی۔ اور صرف ختم ہی نہیں ہوگی بلکہ زمین کی برکتیں پوری طاقت کے ساتھ رونما ہوں گی۔ ایک ایک انار ایک جماعت مل کر کھائے گی۔ انار کے کھوپڑے اور چھلکے کئی کئی لوگوں کو بیک وقت چھتری کا کام دیں گے اور ایک ایک چوپائے کا دودھ ایک خاندان کو سیراب کرے گا۔ (صحیح مسلم/۲۳۷۳)

لیکن بھائیو! اس روحانی آلودگی اور کثافت کا کیا حل ہوگا جو پھر اس کے بعد بھی آئے گی کہ لوگ عام راستوں میں نہایت بے حیائی اور ڈھٹائی سے زنا اور لواطت میں گدھوں کی طرح مشغول ہوں گے، اور انہیں پر قیامت آئے گی۔ (صحیح مسلم ۲۳۷۳، مسند احمد ۴/۱۱-۱۸۲، مستدرک حاکم ۴/۴۹۲-۴۹۴ و مجمع الزوائد ۸/۳۳۱)

اور یہ وہ درندہ صفت گناہ آلودہ انسان ہوں گے جو عورتوں اور دوشیزاؤں پر سرراہ ٹوٹ پڑیں گے اور انہیں اپنی ہوس کا نشانہ بنا کر ان کی لاش چھوڑ کر نکل لیں گے۔ ان دنوں سب سے بہتر آدمی وہ ہوگا جو اتنا بھی کہہ دے گا کہ کاش میں یہ لاش اس احاطہ کے پیچھے ٹھکانے لگادیتا۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: والذی نفسی بیده لاتفنی هذه الأمة حتی یقوم الرجل الی المرأة فیفترشها فی الطریق ، فیکون خیارهم یومئذ من یقول لوواریتها وراء هذا الحائط (الصحیحة للالبانی ۴۸۱/ بحواله مسند ابویعلی موصلی)

اور شاید اس دور کی مادی ماحولیاتی آلودگی کی صفائی اور تدارک کے لئے ہی رسول اللہ ﷺ نے اس درجہ تک شجرکاری کی تعلیم دی ہے کہ فرمایا: اگر قیامت قائم ہوجائے اور تمہارے ہاتھ میں کھجور کا پودا بھی ہوتو اگر تم اسے لگا سکتے ہوتو لگا لو' 'ان قامت الساعة وفی یداحدکم فسیلة فان استطاع أن لا تقوم حتی یغرسها فلیغرسها (مسنداحمد ۳/۱۸۳، ۱۸۴، ۱۹۱، مسند طیالسی ۲۰۶۸/ الادب المفرد بخاری ۴۷۹، مجمع الزوائد هیثمی ۶۳/۴ اور شاید اسی لئے اسلام نے اول دن سے شجرکاری پر بھی کافی زور دیا ہے جیسا کہ روایات سے ثابت ہے۔ واللہ اعلم

وصلی الله وسلم وبارك علی نبینا ومولانا محمدوآله

ا۔ **جامعة المفلحات** کوته پیٹ، بارکس، حیدرآباد، لڑکیوں کی دینی وعصری، اقامتی وغیر اقامتی معیاری درسگاہ، اردو/عربی میڈیم

مسلمہ حکومت تلنگانہ

شعبہ جات: (1) حفظ وناظرہ (2) L.K.G. تا X مع متوسط وعالمیت (3) مختصر عالمیت (تین سالہ) دسویں پاس/فیل طالبات کے لئے (4) فضیلت (دوسالہ) داخلہ، تعلیم، قیام وطعام مفت (5) تدریب المعلمات والداعیات والمفتیات (ایک سالہ) برائے فاضلات، تعلیم، قیام وطعام مفت، ماہانہ اسکالرشپ

نوٹ: طالبات جامعہ سند عالمیت سے اردو یونیورسٹی حیدرآباد کے .B.A میں اور سند فضیلت سے .M.A میں براہ راست داخلہ کے مجاز ہیں۔

فون نمبرات: 9963635354/8008492052/9346823387/7416536037

(2) **جامعة المفلحات** کوته پیٹ، بارکس، حیدرآباد، لڑکیوں کی عصری اسلامی، اقامتی وغیر اقامتی معیاری درسگاہ، انگلش میڈیم

مسلمہ حکومت تلنگانہ

شعبہ جات: .L.K.G تا x **مع اسلامک اسٹڈیز** فون نمبرات: 8074001169/9177550406

(3) **جامعة الفلاح** شریف نگر، حیدرآباد لڑکیوں کی دینی وعصری، اقامتی وغیر اقامتی معیاری درسگاہ، اردو/عربی میڈیم

شعبہ جات: (1) حفظ وناظرہ مع انگلش، سائنس، تلگو وحساب (2) مختصر عالمیت (تین سالہ) مع کمپیوٹر کورس برائے SSC طلبہ (3) فضیلت (دوسالہ) تعلیم قیام وطعام مفت، مع ماہانہ اسکالرشپ

نوٹ: طلبہ جامعہ سند عالمیت سے مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی حیدرآباد کے B.A میں براہ راست داخلہ کے مجاز ہیں۔ فون نمبر: 9133428476/9502089170

(4) **فلاح انٹرنیشنل اسکول** شریف نگر، حیدرآباد، لڑکوں کی عصری واسلامی، اقامتی وغیر اقامتی معیاری درسگاہ، انگلش میڈیم

مسلمہ حکومت تلنگانہ

شعبہ جات: Nursery تا x **مع حفظ یا عالمیت** فون نمبر: 9505872810/9133428476

(5) **مرکز الأیتام** کوته پیٹ، بارکس، حیدرآباد یتیم لڑکے اور لڑکیوں کے لئے اسکول وہاسٹل۔ انگلش میڈیم۔ جن لڑکے ولڑکیوں کی عمر 10 سال سے کم ہو اور والد یا والدہ کا انتقال ہوگیا ہو ان کے لئے تعلیم، قیام وطعام، کتب اور یونیفارم کے ساتھ طبی سہولیات کا مکمل انتظام ہے، جس میں سال بھر داخلے جاری ہیں۔

مسلمہ حکومت تلنگانہ

شعبہ جات (1) حفظ وناظرہ (2) .L.K.G تا x مع دینیات فون نمبرات: 9000002154/8008492052

المعلن: شریف محمد بن غالب الیمانی الاشراف، رئیس الجامعات

ڈاکٹر محمد طیب شمس
مدرس مدرسہ اسلامیہ عبداللہ پور صاحب گنج

اولاد کی اسلامی تربیت

اس عالم رنگ وبو میں انسان ہی ایک ایسی ہستی ہے جن کے وجود سے امن وسکون اور خیر وبرکت کا سرا جڑا ہوا ہے اور انسان کی شرارتوں سے بحر وبر میں تباہی امڈ آتی ہے اور ہر جگہ فتنہ وفساد کا بازار گرم ہوجاتا ہے۔ انسان کو نیک یا بد بنانے میں والدین اور گھریلو تربیت کا بھی بڑا دخل ہوتا ہے۔ اولاد کی صحیح تعلیم وتربیت اور مناسب پرورش سے وہ اچھے انسان کی شکل میں معاشرے کے سامنے ہوتا ہے گویا ان کی وجہ سے کائنات ایک حسین پھول بن جاتی ہے اور ان سے خیر وبرکت وابستہ ہوجاتا ہے جبکہ اولاد کی صحیح تعلیم اور اچھی پرورش نہ کرنے پر اولاد ایک پیکر وحشت، نمونۂ ظلمت اور ماں باپ، سماج ومعاشرہ کا باغی بن جاتی ہے اور ان سے فتنہ وفساد سرزد ہونا شروع ہوجاتا ہے۔ ماں باپ کے لئے اللہ تعالیٰ کا سب سے بہتر عطیہ ان کی اولاد ہی تو ہے لہٰذا اس عطیہ کی اچھی نگہداشت اور اچھی تعلیم وتربیت اور ادب واحترام کی صفت سے مزین کرنا بھی ماں باپ کے لئے ضروری ہے۔ تمام انبیاء ورسل، مسلمین ومؤمنین نے اللہ تعالیٰ سے نہ صرف صالح اولاد کی درخواست کیں بلکہ انھیں بہترین تعلیم وتربیت کے زیور سے آراستہ بھی کیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا کہ اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیز گاروں کا پیشوا بنا۔ (فرقان:۷۴)

لہٰذا اولاد کی تربیت میں شروع سے ہی دھیان دینے کی ضرورت ہے اور اس طرف پیش قدمی کرنے کی ضرورت ہے۔ اولاد کی تربیت میں ان امور کی طرف خصوصیت سے توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

نیک بیوی کا انتخاب: کسی بھی عمل میں نیت ریڑھ کی ہڈی جیسی ہوتی ہے۔ نیک اولاد کی خواہش نیک عورت سے ہی پوری ہوسکتی ہے۔ شادی میں جہیز وتلک سے پرہیز کرنا چاہیے اور میاں بیوی کا ملن نیک ارادے اور بہتر افزائش نسل کی بناء پر ہونی چاہیے۔ عن ابی هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم تنكح المرأة لاربع لمالها ولحسبها ولجمالها ولدينها، فاظفر بذات الدين تربت يداك (بخاری ۵۰۹۰، ومسلم ۱۴۶۶-۵۳) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عورت سے چار چیزوں کے سبب نکاح کیا جاتا ہے، اس کے مال کے سبب، اس کے حسب ونسب کے سبب، اس کے جمال وخوبصورتی کے سبب اور اس کے دین کے سبب، پس تم دین والی کے ساتھ کامیاب ہوجاؤ، تمہارے دونوں ہاتھ خاک آلود ہوں۔

عقیقہ اور اچھے نام کا انتخاب: اولاد کی پیدائش پوری کائنات کے لئے باعث رحمت ہے اور کائنات کی رونق باقی رکھنے کے لئے افزائش نسل ضروری ہے اس لئے چاہے بیٹا کی پیدائش ہو یا بیٹی کی مسرت کا اظہار کرنا چاہیے، کھجور سے تحنیک کرنی چاہیے، ساتویں دن ان کا ایک اچھا نام رکھنا چاہیے، عقیقہ کرنا چاہیے اور ان کے سر کو صاف کردینا چاہیے اور سر کے بال کے برابر چاندی صدقہ کردینا چاہیے۔ عن بريدة الاسلمي قال كنا في الجاهلية اذا ولد لاحدنا غلام ذبح شاة ولطخ راسه بدمها، فلما جاء الله بالاسلام كنا نذبح شاة، ونحلق راسه ونلطخه بزعفران (ابوداؤد:۲۸۴۳) وزاد زرين ونسميه۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دور جاہلیت میں جب ہم میں سے کسی کے ہاں لڑکا پیدا ہوتا تو وہ بکری ذبح کرتا اور اس کے سر پر اس کا خون لگاتا اور جب اسلام آیا تو ہم بکری ذبح کرتے اور اس کا سر مونڈتے اور اس کے سر کو زعفران لگاتے (ابوداؤد اور زرین نے یہ کلمہ زیادہ کیا کہ ہم اس کا نام رکھتے۔)

فطرت اسلام سے قربت کی تعلیم دینا: شیر خوارگی کا عرصہ بچوں میں ان کی زندگی کے پہلے دو برسوں پر محیط ہوتا ہے۔ زندگی کا یہ مرحلہ بچوں کے لئے کافی اہم ہے۔ بچے کی جسمانی اور جذباتی نشو ونما اس مرحلہ کی سب سے اہم خصوصیت ہے، صرف چند ہی ماہ میں بچہ آواز، رنگ اور شکل میں تمیز کرنا شروع کردیتا ہے اور فطرت پر سوالیہ نگاہ ڈالتا ہے۔ اس لئے شروع سے ہی بچے کو فطرت اسلام سے قربت کی تعلیم دینی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اَلَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَلِيْ خَطِيْٓئَتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور وہی میری رہبری فرماتا ہے۔ وہی ہے جو مجھے کھلاتا پلاتا ہے اور جب میں بیمار پڑ جاؤں تو مجھے شفا عطا فرماتا ہے اور وہی مجھے مار ڈالے گا پھر زندہ کردے گا اور جس سے امید بندھی ہوئی ہے کہ وہ روز جزا میں میرے گناہوں کو بخش دے گا۔ (الشعراء:۷۸-۸۲)

نفع بخش تعلیم سے آراستہ کرنا: ابتدائی بچپن کا مرحلہ کئی برسوں کے عرصہ پر محیط ہوتا ہے۔اس عرصہ کے دوران بچے کی سوچ، یادداشت، اپنے اور دوسروں کے جذبات کو سمجھنے کی صلاحیت اور سماجی دنیا سے ان کے تعلقات میں ایک بہت بڑا انقلاب رونما ہوتا ہے۔ اس عرصے میں بچے میں فیصلہ کرنے کی صلاحیت، وجوہات اور دلائل پیش کرنے کی جستجو، سماجی سوجھ بوجھ اور خود آگاہی اپنے عروج پر پہنچ جاتی ہے۔اس کے بعد نوجوانی اور جوانی کا مرحلہ آتا ہے، بچہ اپنے بچپن اور نوجوانی میں جو کچھ سیکھتا ہے جیسی تربیت یافتہ ہوتا ہے وہ ان کی تمام زندگی اس کے ذہن ودماغ میں راسخ ہوجاتا ہے۔اس لئے ان ایام میں بچے کو نفع بخش بہترین تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنا چاہیے اور بیٹا بیٹی کی تفریق کئے بغیر مروجہ وغیر مروجہ، دنیاوی واخروی، مشرقی وجدید تعلیم سے مزین کرنا چاہیے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ پڑھ اپنے رب کے نام جس نے پیدا کیا، جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا، تو پڑھتا رہ تیرا رب بڑے کرم والا ہے، جس نے قلم کے ذریعہ (علم) سکھایا۔(علق:۱-۴)

اولاد کی تربیت میں والدین، اساتذہ اور گھر کے دیگر افراد کا رویہ بھی مثالی اور بہترین ہونا چاہیے۔ بچوں کی تربیت میں صرف پڑھانے کا شغل اختیار نہیں کرنا چاہیے بلکہ کھیل کود، ہنسی مذاق اور سوال وجواب کے مختلف طریقوں سے بچوں کی ذہنی تربیت کرنی چاہیے اور بچوں کو بھی بڑوں اور بزرگوں کی مجلسوں میں شریک کرنا چاہیے۔جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے:عن عمر بن ابی سلمة، قال كنت غلاما فی حجر رسول الله ﷺ وكانت يدى تطيش فی الصحيفة، فقال لی رسول الله ﷺ يا غلام سم الله، وكل بيمينك، وكل مما يليك (بخاری: ۵۳۷۶، ومسلم: ۱۸-۳۰) عمر بن ابوسلمہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی پرورش میں تھا اور میرا ہاتھ پلیٹ میں گھومتا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: بسم اللہ کہہ کر اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اس جانب سے کھاؤ جو تیرے سامنے ہے۔

اولاد سے پیار ومحبت کا برتاؤ کرنا: اولاد کی تربیت کرتے وقت ان سے پیار ومحبت کا برتاؤ کرنا چاہیے، اگر ایک سے زائد اولاد ہوں تو عدل وانصاف قائم رکھنا چاہیے، بیٹا بیٹی میں امتیازی سلوک نہیں برتنا چاہیے، نبی کریم ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ بچوں سے کافی محبت کرتے تھے، حضرت حسنؓ وحسینؓ کو اپنے مبارک کندھوں پہ بٹھا کر سیر کرتے تھے اور دوران سجدہ جب وہ آپ ﷺ پر سوار ہوجاتے تو آپ ﷺ اپنے سجدے کو طویل فرماتے تھے، اسی طرح اہل بیت کے دیگر بچوں سے آپ نہایت شفقت کرتے تھے، بچوں سے پیار کا یہ عالم تھا کہ سفر سے واپسی کے دوران آپ ﷺ، گھر کے بچوں سے استقبال کئے جاتے تھے۔عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:وعن عبدالله بن جعفر رضی الله عنه قال كان رسول الله ﷺ اذا قدم من سفر تلقی بصبيان اهل بيته قال وانه قدم من سفر فسبق بی اليه فحملنی بين يديه ثم جئی باحد ابنی فاطمة فاردفه خلفه قال فادخلنا المدينة ثلاثة علی دابة (مسلم: ۶۶-۲۴۲۸) عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جس وقت سفر سے آتے تھے تو اپنے اہل بیت کے بچوں کے ساتھ آپ استقبال کئے جاتے، پس آپ ایک سفر سے آئے تو میں آپ کی طرف پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے مجھے آگے سوار کرلیا پھر فاطمہؓ کا ایک بیٹا لایا گیا تو اس کو آپ نے اپنے پیچھے بٹھالیا پھر ہم مدینہ میں داخل ہوئے اور ہم تینوں ایک ہی جانور پر سوار تھے۔

نماز، روزہ، حج وغیرہ عبادت میں شریک کرنا: اولاد کو بچپن ہی سے فرائض اسلام یعنی نماز، روزہ حج وغیرہ عبادت میں شریک کرنا چاہیے انھیں سلام کرنے کا طریقہ، بڑوں کا ادب واحترام کرنے کا طریقہ، گفتگو کے آداب، مختلف دعائیں، خوف خدا، صبر وشکر اور سچ بولنے کی تلقین کرتے رہنا چاہیے، اسی طرح انھیں ہر وہ برتاؤ سکھانا چاہیے جس سے بچہ کے مثبت اخلاق کی تعمیر ہوسکے۔بچوں کی تربیت کے دوران یہ دھیان رکھنا چاہیے کہ ان کو منفی عادات واطوار مثلاً کسی کا مذاق اڑانا، عیب اچھالنا، تکبر کرنا، جھوٹ بولنا، غیبت کرنا، چوری کرنا، گالی گلوج کرنا، وعدہ خلافی کرنا اور معمولی وجوہات کی بناء پر ترک تعلقات وغیرہ سے بچائے رکھنا ضروری ہے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے بچوں کو شروع سے ہی اچھی تربیت کرتے تھے انھیں نماز، روزہ حج وغیرہ اسلامی عبادت میں شریک کرتے تھے۔ بچے فرائض اسلام کی طرف اس قدر راغب تھے کہ کم عمری میں عظیم اسلامی امور میں شریک ہوجاتے تھے جو کہ صرف جوانوں کے لئے ہے۔وعن ابن عباسؓ عنهما، ان النبی صلی الله عليه وسلم لقی ركبا بالروحاء، فقال: من القوم؟ قالوا: المسلمون، فقالوا: من انت؟قال: رسول الله، فرفعت امراة صبيا فقالت الهذا حج؟ قال: نعم ولك اجر (رواه مسلم) حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ روحاء مقام پر کچھ سواروں سے ملے تو آپ ﷺ نے فرمایا تم کون ہو؟ تو انہوں نے عرض کیا، ہم مسلمان ہیں۔پھر انہوں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کا رسول ہوں'' پھر آپ کی خدمت میں ایک عورت اپنے بچے کو اٹھا کر لائی اور پوچھا کہ اس کا حج ہے؟ آپ نے فرمایا، ہاں! اس کا ثواب تجھے ملے گا۔

الگ بستر کا انتظام کرنا: جب بچہ قریب البلوغ ہوجائے تو اس کے لئے الگ بستر کا انتظام کردینا چاہیے، اسے ایک ہی چادر میں ماں، باپ، بھائی ،بہن کے ساتھ سونے کا انتظام نہیں کرنا چاہیے، جب بچہ سن بلوغ کے قریب پہنچ جاتا ہے تو اس میں کافی تبدیلی آنی شروع ہوجاتی ہے، اس کے خواب وخیال میں نیرنگی آجاتی ہے لہٰذا ان کی نشست وبرخاست بھی الگ ہونی چاہیے تاکہ انھیں شروع سے ہی شرم وحیا کا مادہ اور بھلائی وبرائی کی تمیز آسکے اس ضمن میں ایک حدیث ہے جو کافی مشہور بھی ہے،عن عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ ﷺ مروا اولادکم بالصلاۃ وھم ابناء سبع سنین، واضربوھم علیھا وھم ابناء عشر، وفرقوا بینھم فی المضاجع (ابوداؤد:٤٩٥ قال البانی صحیح ارواء الغلیل :٢٤٧) حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: بچوں کو سات سال کی عمر میں نماز پڑھنے کا حکم دو اور دس سال کی عمر میں انھیں (تربیتاً) مارو اور ان کے بستروں کو الگ کردو۔

مناسب رشتہ ہو تو نکاح کردینا: ماں باپ پر ایک اہم ذمہ داری یہ بھی ہے کہ جب اولاد بالغ اور نکاح کے لائق ہوجائے تو انھیں مناسب رشتہ سے نکاح کے بندھن میں باندھ دیا جائے، تاکہ اولاد فواحش اور لغویات سے محفوظ رہ کر اپنی عصمت اور شرمگاہ کی حفاظت کرسکے۔ نکاح کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ تعلیم مکمل کرکے اچھا روزگار کرے بلکہ کسی طرح زندگی بسر کرنے کا انتظام ہوجائے تو نکاح کرادینا چاہیے اسی سے معاشرہ میں امن وسکون پیدا ہوگا ورنہ برائی اور بے حیائی عام ہوجائے گی۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا خطب الیکم من ترضون دینہ وخلقہ فزوجوہ، ان لا تفعلوہ تکن فتنۃ فی الارض، وفساد عریض (ترمذی:١٠٨٤) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی شخص جس کے دین اور اخلاق سے تم راضی ہو، تمہاری طرف نکاح کا پیغام بھیجے تو اس سے نکاح کردو اگر نکاح نہ کراؤ گے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد ہوگا۔

اولاد کی ایسی تربیت کریں کہ اولاد معاشرہ کے لئے خیر خواہ بن سکے، قوم وملت کا خادم ہوسکے، ماں باپ کے لئے سراپا نعمت اور رحمت بن جائے۔ مال واولاد انسان کے لئے دنیاوی زینت ہیں اور اخروی بخشش کا سامان لہٰذا ان کی صحیح قدر اور بہترین اسلامی تربیت کرنی ہوگی جس سے کہ اولاد سارے جہاں کے لئے فائدہ مند ثابت ہوں۔

☆☆☆

مرکزی جمعیت اہل حدیث کی تازہ ترین پیش کش

تاریخ رد قادیانیت اور خدمات اہل حدیث کے سلسلہ میں معلومات کا خزانہ

ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ کے قلم سے

تحریک ختم نبوت (1 تا 25 جلدیں)

تاریخ اہل حدیث (1 تا 8 جلدیں)

مکتبہ ترجمان کی مطبوعات پر 50% کی رعایت، مدارس، جامعات، مکتبات اور تاجران کتب درج ذیل پتہ سے طلب کریں۔

ملنے کا پتہ

مکتبہ ترجمان

اہل حدیث منزل، 4116، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔110006

فون: 011-23273407، فیکس: 011-23246613

پاکیزہ معاشرہ کی تشکیل میں دینی مدارس کا کردار

زبیر احمد عبد المعبود المدنی

مذہب اسلام ایک آفاقی مذہب ہے۔ اور امت محمدیہ وہ واحد امت ہے جس کا آغاز تعلیم وتعلم سے ہوا ہے۔ چنانچہ غار حراء میں اللہ رب العزت کی جانب سے رسول اکرم ﷺ پر جو پہلی وحی نازل ہوئی۔ اس میں سب سے پہلے پڑھنے ہی کا حکم دیا گیا ہے۔ مگر وہ تعلیم جس میں اللہ تعالی کی معرفت شامل ہو۔

ارشاد ربانی ہے ﴿اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ. خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ. اِقْرَأْ وَ رَبُّکَ الْاَکْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ. عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ﴾ (العلق: ۱-۵) پڑھئے اپنے اس رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ تو پڑھتا رہ تیرا رب بڑے کرم والا ہے۔ جس نے قلم کے ذریعے (علم) سکھایا۔ جس نے انسان کو وہ سکھایا جسے وہ نہیں جانتا تھا۔

اس آیت کریمہ سے یہ بات عیاں ہوگئی کہ اسلام ہی وہ مذہب ہے جس کی ابتداء لفظ اقراء سے ہوئی ہے۔ انسانی زندگی میں سب سے زیادہ اہمیت کی حامل چیز تعلیم ہے۔ تعلیم کے ہی ذریعہ انسان کمال معراج تک پہونچتا ہے اور ترقی یافتہ ہوتا ہے۔ اسی ناطے یہ کہنا بجا ہوگا کہ مذہب اسلام اور پڑھنے کا تعلق چولی دامن کا ہے۔ یہ دونوں لازم وملزوم اور جزو لاینفک ہیں۔ اور معاشرہ وسماج میں پھیلے ہوئے شر وفساد، بغض وعناد اور بے حیائی وبے راہ روی کی تاریکیوں کو نور علم سے منور کر کے ختم کیا جاسکتا ہے۔

اسی لئے مذہب اسلام نے ابتدا ہی سے درس وتدریس اور تعلیم وتعلم پر زور دیا ہے۔ اور معلم انسانیت، ہادیٔ برحق محمد ﷺ کی بعثت کا مقصد ہی آیات قرآنیہ کی تلاوت، کتاب وسنت کی تعلیم اور لوگوں کی تربیت کے ساتھ، ان کے دل ودماغ کو ہر قسم کی غلاظتوں اور آلودگیوں سے پاک وصاف کرنا ہے۔

ارشاد باری ہے ﴿هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِیْ الْاُمِّیِّیْنَ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ آیَاتِهٖ وَ یُزَکِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَةَ وَ اِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْنٍ﴾ (الجمعة: ۲) وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انھیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے۔ یقیناً یہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

اسی اہم مقصد اور ہدف کی تکمیل کیلئے محمد ﷺ نے مکہ مکرمہ میں دار ارقم کو تعلیم و تدریس کیلئے اپنا مستقر بنایا پھر ہجرت مدینہ کے بعد مسجد نبوی، عبادت گاہ کے ساتھ مستقل طور پر پہلی اسلامی درسگاہ بن گئی اور اس چشمۂ فیضان رحمت سے تشنگان علوم اپنی علمی پیاس بجھانے لگے۔ اور دیکھتے دیکھتے اس مدرسہ نبوی کے فیوض وبرکات نے انسانیت کی کایا پلٹ دی، جاہل عالم بن گئے، ظالم عادل ہوگئے اور برسہا برس سے خونریز جنگوں اور معرکوں میں اپنی توانائیاں صرف کرنے والے قبائل باہم شیر وشکر ہوگئے۔ دلوں کی کدورتیں ختم ہوگئیں، ظلم وزیادتی کی تیز وتند آندھیاں رک گئیں اور ایک پاکیزہ معاشرہ وجود میں آ گیا۔ جس کی نظیر دنیائے انسانیت کے کسی زمانہ میں نہیں ملتی۔ معاشرہ کی اصلاح وسدھار کے طریقے اور فوز وفلاح سے ہمکنار کرنے کے اصول وضوابط یہیں سے سیکھے۔ عصر حاضر کے مدارس وجامعات اسی شجرۂ طوبی کی شاخیں اور اسی سلسلۃ الذھب کی کڑیاں ہیں۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ مدارس اسلامیہ دین کے قلعے ہیں۔ جو ہمارے دین وایمان، ہماری تہذیب وثقافت اور اخلاق ومعاشرت کی نگہداشت کرتے ہیں۔ جہاں نونہالان ملت اپنے مقصد حیات سے آگاہ ہوتے ہیں۔ اس کی مثال اس نرسری جیسی ہے جہاں شجرکاری ہوتی ہے اور چھوٹے چھوٹے پودوں کی نشو ونما کی جاتی ہے جب ان پودوں کی جڑیں مضبوط ہوجاتی ہیں تو پودوں کو دوسری جگہ منتقل کردیا جاتا ہے۔ بعینہ یہی مثال مدارس اسلامیہ کی ہے۔ جہاں قوم وملت کے ننھے منّے بچے، مستقبل کے معمار تیار ہوتے ہیں اور یہیں سے ان کی خصوصیات آنے والی نسلوں تک منتقل ہوتی ہیں۔ گویا مدارس ہی کسی قوم کی ریڑھ کی ہڈی ہوتے ہیں۔ یہ مدارس اگر زندہ ہوں تو قوم زندہ رہتی ہے اور اگر یہ موت وحیات کی کشمکش سے دوچار ہوں تو وہ قوم بھی اپنی زندگی کے دن گننے لگتی ہے۔ اور عزت وشوکت کے فلک بوس محل چکنا چور ہوجاتے ہیں۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو مدارس اسلامیہ ہمارے قومی وملی تشخص کی بقا کیلئے لازمی حیثیت رکھتے ہیں۔

مدارس اسلامیہ نے مسلسل امت مسلمہ کو ایسے جاں نثار افراد اور نابغۂ روزگار علماء، مفسر، محدث، مورخ، مدرس ومربی، منصف اور مدبر دیئے جنہوں نے زندگی کے ہر میدان میں ایسے انمٹ نقوش چھوڑے ہیں جو ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔

دینی مدارس ہی اسلامی تہذیب وتمدن کے تحفظ کی ضمانت ہیں۔انھیں کی مساعی جمیلہ سے ہندوستانی مسلمان اپنے دین وعقیدہ اورشریعت سے وابستہ ہیں۔مغربی افکار ونظریات کی یلغار کو بے اثر کرنے میں مدارس اسلامیہ ہی کا کردارنمایاں رہا ہے۔

دینی مدارس نے تعلیمات اسلامی کی شمع روشن رکھنے کیلئے جو غیر معمولی خدمات انجام دی ہیں وہ ناقابل فراموش ہیں۔آج مسلمانوں کا اپنے دین سے جو بھی رشتہ برقرار ہے وہ انہی مدارس کی مرہون منت ہے۔اگر یہ دینی تعلیمی ادارے یہاں موجود نہ ہوتے تو مسلمانوں کا کیا حال ہوتا اس کا تصور بھی ممکن نہیں۔

مدارس اسلامیہ ہی ہمارے اسلامی تشخصات اور دینی شعائر کے تحفظ کے آہنی قلعہ ہیں۔مدارس اسلامیہ دہشت گردی کی تعلیم نہیں دیتے بلکہ لوگوں پر رحم وکرم کرنے کی تعلیم دیتے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا"لا یَرحَمُ اللّٰهُ مَنْ لا یَرحَمُ النَّاسَ" اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں فرماتا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔(صحیح بخاری حدیث:۷۳۷۶)۔

دوسری جگہ فرمایا "اِرْحَمُوا مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ" تم اہل زمین پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔(ترمذی- البر والصلۃ حدیث:۱۹۲۴) بقول شاعر

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر
خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

انسان تو انسان! ان دینی مدارس میں جانوروں پر بھی رحم کرنیکی تعلیم دی جاتی ہے۔اوران کے ساتھ حسن سلوک پر جنت کی بشارت اوران کے ساتھ بے رحمی سے پیش آنے پر جہنم کی وعید سنائی جاتی ہے۔حدیث میں وارد ہے کہ ایک زانیہ، بدکار عورت ایک کنویں کے کنارے سے گزری جس کے پاس ایک کتا پیاس کی شدت سے ہانپ رہا تھا اور قریب تھا کہ پیاس سے مرجاتا۔اس عورت نے اپنا موزہ اتار کر اپنی چادر سے باندھا اور کنویں میں لٹکا کر اس سے اس کتے کیلئے پانی کھینچا اور اسے پانی پلا دیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے اس کے اس عمل کیوجہ سے بخش دیا۔(صحیح بخاری حدیث:۳۳۲۱)

دوسری حدیث میں آپ نے فرمایا کہ ایک عورت کو ایک بلی کے سبب عذاب دیا گیا اس نے اسے پکڑ کر باندھ دیا اور اسے کھانے کو دیا اور نہ اسے چھوڑا کہ وہ خود چل کر کھالیتی تا آنکہ وہ مرگئی یہ عورت اس بے رحمی کی وجہ سے جہنم کی مستحق ہوگئی۔(صحیح بخاری حدیث:۳۳۱۸) اس سے واضح ہے کہ اللہ کی مخلوق کے ساتھ رحم وشفقت کا معاملہ کرنا اللہ کو پسند اور بے رحمی کا مظاہرہ کرنا اس کی ناراضی کا سبب ہے۔

دینی مدارس میں طلبہ کو اخلاق نبوی وتعلیمات ربانی سے آراستہ وپیراستہ کیا جاتا ہے تاکہ یہ مدارس کی چہار دیواری سے نکل کر دنیا کو امن وآشتی کا پیغام دیں اور صالح معاشرہ کی تشکیل میں اہم رول ادا کریں۔معاشرہ میں ہر ایک کے حقوق کی پاسداری اور بڑوں کا ادب واحترام اور چھوٹوں پر شفقت ورحمت کا درس مدارس ہی سے ملتا ہے۔پڑوسیوں کے ساتھ حسن وسلوک کی تعلیم دی جاتی ہے خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم۔ان کے ساتھ بدسلوکی کرنے پر وعید سنائی جاتی ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا "وَاللّٰهِ! لا یُؤمِنُ، وَاللّٰهِ! لا یُؤمِنُ وَاللّٰهِ! لا یُؤمِنُ، قیل: وَمَنْ؟ یا رَسُولَ اللّٰهِ! قَالَ: اَلَّذِی لا یَأمَنُ جارُهُ بَوَائِقَهُ" (صحیح بخاری حدیث:۶۰۱۶) اللہ کی قسم وہ مومن نہیں، اللہ کی قسم وہ مومن نہیں، اللہ کی قسم وہ مومن نہیں، آپ سے پوچھا گیا، اے اللہ کے رسول! کون (کس کی بابت آپ یہ فرمارہے ہیں؟) آپ ﷺ نے فرمایا: وہ شخص جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں اور دسیسہ کاریوں سے محفوظ نہ ہو۔

دوسری حدیث میں فرمایا "لا یَدخُلُ الجَنَّةَ مَنْ لاَّ یَأْمَنُ جارُهُ بَوَائِقَهُ" (صحیح مسلم حدیث:۴۶) وہ شخص جنت میں داخل ہی نہیں ہوسکتا جس کی شرارتوں سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو۔ناحق کسی کو قتل کرنے، کسی کی زمین، جائیداد ہڑپ لینے کی شریعت اجازت نہیں دیتی ہے۔

غرضیکہ معاشرہ کے اندر پھیلی ہوئی تمام برائیوں سے اجتناب واحتراز کرنے کی تعلیم مدارس ہی سے دی جاتی ہے۔یہ دینی مدارس اگر ہندوستان میں نہ ہوتے تو ہمارا ملک اخلاقی بحران کے ساتھ اقتصادی بحران کا بھی زبردست شکار ہوجاتا۔لیکن یہ مدارس اسلامیہ کا وجود رب کریم کا احسان عظیم اور انعام خداوندی ہے۔آج ضرورت ہے کہ حکومت کے ارباب حل وعقد مدارس ومکاتب اسلامیہ کے وجود کو ملک کیلئے نیک فال سمجھتے ہوئے ان کے تحفظ کی ضمانت دیں اور مدارس کے تعلق سے ہر طرح کے شکوک وشبہات کو دلوں سے نکال دیں۔اور ہندوستانی مسلمان مدارس اسلامیہ کو دین وایمان اور اسلامی تشخص کی حفاظت کا قلعہ تصور کرتے ہوئے اس کے تحفظ کیلئے کوشاں رہیں اور ہر ممکن طریقہ سے دینی مدارس کے عروج وارتقاء کے واسطے ہر طرح کی قربانی پیش کرنے سے پیچھے نہ رہیں۔بلکہ سعی پیہم اور جہد مسلسل کا عمل باقی رکھیں اور مدارس کے سلسلے میں باہمی اختلاف وانتشار سے بچیں، اور اپنی انانیت کو مدارس اسلامیہ کے واسطے قربان کرنے کیلئے ہمہ وقت مستعد رہیں۔ورنہ یہاں کے علماء ومدارس کا بھی وہی حشر ہوگا جو سمرقند اور بخارا میں ہوا تھا۔یہ وقت خواب غفلت سے بیدار ہونے اور عمل کیلئے اٹھ کھڑے ہونے کا ہے۔

یہ گھڑی محشر کی ہے تو عرصۂ محشر میں ہے
پیش کر غافل عمل کوئی اگر دفتر میں ہے

☆☆☆

سماجی بُرائیوں میں معاشی نظام کا حصہ

از: ڈاکٹر سید آصف عمری، حیدرآباد

حکم ربانی: واحل اللّٰہُ البَیْعَ و حَرَّمَ الربوٰ (البقرہ:275) اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام کیا ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ: مَنْ غَشَّنَا فَلَیْسَ مِنَّا (صحیح بخاری) جس نے ہمیں دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

دنیا پھر ایک بار منجھدار (دوراہے) پر آ پہنچی ہے جبکہ سوشلزم (Socialism) دم توڑ چکا ہے۔ اور جس نظامِ سرمایہ داری (Capitalism) کی توڑ پر سوشلزم وجود میں آیا تھا وہی نظام پھر پوری دنیا پر اکیلا دندناتا پھر رہا ہے۔ اقوام عالم کی نظریں پھر ایک ایسے نظام معیشت کی تلاش میں ہے جو انسانیت کو یک رُخی معاشی ظلم وجور سے نجات دلا کر خوشحالی اور حقیقی انصاف فراہم کر سکے۔ نظام سرمایہ داری نے ایک انتہا کو اپنایا کہ نجی ملکیت کو اتنا بے لگام کر دیا کہ سرمایہ داروں کو دین و اخلاق کی ہر بندش سے آزاد کر کے عوام اور مفلوک الحال غریبوں کا خون چوسنے کی کھلی چھوٹ دے دی۔ دوسری طرف سوشلزم نے بالکل دوسری انتہا پر پہنچ کر سرے سے نجی ملکیت ہی پر خنجر چلا دیا۔ جو نجی ملکیت کے ساتھ لاکھوں کروڑوں انسانوں کی زندگی ہی کا صفایا کرتی چلی گئی اور سارے وسائل معاش (Sources of Economic) حکومت کی ملکیت میں دے کر عوام کو فریاد کرنے کی آزادی سے بھی محروم کر دیا۔

اس موقع پر جبکہ انسانیت ان دونوں معاشی نظاموں کی انتہا پسندی کے تلخ و سنگین نتائج بھگت کر بیچ کی راہ تلاش کر رہی ہے، مسلم ماہرین معاشیات، مسلم زعماء اور مسلم سرمایہ کاروں کی اس ذمہ داری میں مزید اضافہ ہوگیا ہے کہ وہ اسلام کی معاشی و اقتصادی تعلیمات کا گہرائی سے مطالعہ کریں۔ اسلام جو کہ دینِ فطرت ہے اور دونوں (سرمایہ داری، سوشلزم) کے درمیان راہِ اعتدال ہے۔ اس سے دنیا کو واقف کروائیں کیوں کہ آج تمام معاشی بحران اور سماجی بُرائیوں کو روکنے اور عدل و انصاف پر مبنی نظام معیشت ہی اس کا ایک حل ہے جس سے ساری معاشی خرابیوں اور سماجی برائیوں کے سدباب میں مشعل راہ بن سکتا ہے۔ مادی فلسفے کے برخلاف اسلام کا نظریہ اور عقیدہ یہ ہے کہ ہر چیز کا خالق '' اللہ '' ہے۔ سب اُسی کی ملکیت ہے۔ اسلامی معیشت کی دوسری اہم خصوصیت اس کا توازن اور اعتدال ہے۔ یعنی رہبانیت اور مادیت کے درمیان راہِ اعتدال، دولت اور ملکیت کی حقیقت کو سمجھنے کے لیے سورۂ نور آیت ۳۳، سورۂ یٰس ۳۵، قصص ۷۷ کا مطالعہ کریں۔

اسلام سرمایہ داری اور اشتراکیت کے درمیان خطِ امتیاز اس طرح کھینچتا ہے کہ سرمایہ داری ______ آزاد اور خود انفرادی ملکیت کی قائل ہے۔ اشتراکیت ______ انفرادی ملکیت کا سرے سے انکار کرتی ہے۔ اور حق ان دو انتہاؤں کے درمیان ہے یعنی: اسلام ______ انفرادی ملکیت کو تسلیم کرتا ہے۔ مگر یہ ملکیت آزاد اور خود مختار نہیں جس سے ''فساد فی الارض'' پھیل سکے۔ معاشی سرگرمیاں بھی دین کا اہم حصہ ہے۔ دولت کمانا، صنعت و تجارت، مزدوری و ملازمت اختیار کرنا اسلام کی نظر میں محض دنیاداری نہیں ہے۔ یہ بھی دین کا اہم حصہ ہے بلکہ یہ بھی عبادت بن جاتا ہے۔ جبکہ نیت درست ہو۔ مانگنے سے بچنے کے لئے کمائے۔ حلال روزی اور تجارت ہو، ساتھ ہی ساتھ اہل و عیال کے حقوق اور دیگر حقوق کے لیے کمائے تو ان شاءاللہ روزی کمانا بھی عبادت بن جائے گا۔ یہ وہ بنیادی خصوصیت ہے جو اسلام کو دنیا کے تمام ادیان و مذاہب سے ممتاز کرتی ہے۔ اگر یہ بات مسلمان تاجر، مسلمان مزدور، مسلمان صنعتکار اور مسلمان ملازم کے دل میں بیٹھ جائے تو معاشیات کے میدان میں بلکہ پورے معاشرے میں خوشگوار تبدیلی آئے گی اور معاشی خرابیوں کا تدارک بھی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے تمام پیغمبروں کو طیب اور پاکیزہ روزی کھانے اور عمل صالح کی تاکید کی '' یٰاَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا '' (القرآن)۔ اے پیغمبرو! تم پاکیزہ اور طیب (حلال) روزی کھاؤ اور نیک عمل کرو، نیز رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے '' طلب الحلال واجب علی کل مسلم '' (اوسط الطبرانی حدیث نمبر 8610)۔ حلال کمانے کے لیے کوشش کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔

قیامت کے دن پانچ سوالات ہر ایک سے کئے جائیں گے جس میں دو سوال تو صرف مال کے بارے میں ہے۔ وہ مال جو تو نے کمایا کس طرح کس راستے سے کمایا اور کہاں کیسے خرچ کیا۔ الغرض تجارت، ملازمت، صنعت و حرفت، زراعت وغیرہ بھی دین اسلام کا اہم حصہ ہیں اگر اسکو صحیح نیت اور شرعی حدود میں انجام دیا جائے تو یہ بھی عظیم عبادت بن جاتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں ان ہی لوگوں کا ذکر کیا '' رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (سورۃ النور)۔

اب میں موضوع کی اصل پر تفصیلات پیش کروں گا۔ درحقیقت آج سارے معاشرے اور سماج میں جتنی بُرائیاں، جرائم اور گناہ پھیل رہے ہیں اس میں معاشی نظام کا بڑا عمل دخل ہے۔ جہاں دولت کی فراوانی اور زیادتی بھی اللہ کی نافرمانی اور

جرائم کا سبب بنتی ہے تو دوسری طرف فقر و فاقہ، بھکمری بھی افراد کو حرام کاری، قتل، چوری ڈکیتی، جھوٹ غبن حتیٰ کہ کفر تک لے جاتی ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے ایمان والے بندوں کو پاکیزہ، حلال روزی کھانے کمانے کا حکم دیا اور جائز کاموں میں ہی خرچ کرنے پر اجر وثواب کی بشارت سنائی۔ ناجائز حرام اور باطل طریقہ سے مال و دولت کمانے پر سخت وعید اور جہنم کے عذاب کی خبر دی ہے۔ آج ہمارے معاشرے میں جتنی سماجی برائیاں نظر آرہی ہے ان میں سرفہرست معاشرہ اور سماج کے افراد فطرت اور قانون الٰہی سے انحراف اور بغاوت کررہے ہیں۔ انسانیت دم توڑ رہی ہے اور بہیمیت وحیوانیت عروج پر ہے، انسان انسان کا دشمن اور خون کا پیاسا ہوگیا ہے۔

اخلاقی اقدار دن بہ دن گھٹتی جارہی ہیں۔ جرائم کی کوئی روک تھام نہیں۔ فحش و عریانیت گھر گھر میں عام ہوتی جارہی ہیں۔ معصوم بچوں کے ذہنوں کو تباہ کیا جارہا ہے۔ سوشل میڈیا کے ذریعہ ایسی تباہی اور طوفان بدتمیزی ہے کہ رُکنے کا نام نہیں لیتی۔ بُرائیاں جنگل کی آگ کی طرح پھیلتی جارہی ہیں۔ نوجوان طبقہ فیشن پرستی، آرام طلبی، بداخلاقی اور بیہودگی میں بہت آگے نکل گیا ہے۔ قائدین اور بڑے بڑے عہدوں اور حکومتی اداروں میں رشوت ہی رشوت کا بازار گرم ہے۔ بے حیائی، بے غیرتی، بے شرمی قابل نکیر نہیں بلکہ فیشن بن گئی ہے۔ میڈیا اور صحافت میں بھی جانبداری آگئی ہے۔ فرقہ وارانہ انتشار اور خلفشار روز بروز بڑھتا جارہا ہے۔ مسلم لڑکیاں غیر مسلموں کے ساتھ فرار ہوکر کورٹ میریج کررہی ہیں۔ جہیز جوڑے کی لعنت سے نئی دلہنیں خود کشی پر آمادہ ہورہی ہیں یا سسرال والے اسکو قتل کررہے ہیں۔ گھریلو اور عائلی نظام درھم برھم ہوگیا ہے۔ جمہوریت اور سیکولر قوانین کی خلاف ورزیاں ہورہی ہیں۔ سود معاشرہ کا ناسور بن گیا ہے۔ مجھے ان سب پر تبصرہ کرنا نہیں ہے صرف ایک جھلک بتانا ہے۔ اب میں سماجی برائیوں میں معاشی نظام کے رول پر تفصیلات پیش کروں گا جس پر ہر فکرمند اور دردمند انسان غور کرے اور اس میں سدھار لانے کی جدوجہد کرے۔ خوشحال معاشرے کو کس طرح معاشیات کے غیر اخلاقی اصولوں سے بدحال اور تباہ کیا جارہا ہے اسکی ایک سوچی سمجھی عالمی منصوبہ بندی ہے۔ یہ ایک طرح کا اکنامک ٹیررازم Economic Terrorism ہے جس نے ذریعہ سارے معاشی نظام کو دہشت زدہ اور کھوکھلا کردیا ہے۔ بقول علامہ اقبال ”سود ایک کا اور لاکھوں کے لئے مرگِ مفاجات“۔ معاشیات اور اقتصادیات میں سب سے بڑی رکاوٹ، ارتکازِ دولت اور طلب و رسد (Concentration of Wealth, Demand and Supply) ہے۔ نظام سرمایہ داری میں ارتکازِ دولت بھی بہت اونچی سطح پر ہوتا ہے اور ”طلب و رسد“ کی منصوبہ جکڑ بند بھی قدم قدم پر بازاروں کی آزادی کا گلا گھونٹتی ہے۔ اس نظام میں سود، سودی بنکاری، جوا، سٹہ پر مبنی انشورنس، ناجائز طرز معیشت، ذخیرہ اندوزی وغیرہ کے ذریعہ ملک کی پوری دولت چند افراد اور خاندانوں کے درمیان محدود ہوکر رہ جاتی ہے۔ نتیجتاً غریب پہلے سے زیادہ غریب اور مال دار پہلے سے زیادہ مال دار ہوتے چلے جاتے ہیں۔ لہٰذا پہلے اس غیر اصولی اور غیر اخلاقی نظام معیشت کے جالوں Nets کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔

سب سے بڑا جال سودی نظام، سودی بنکاری ہے اور اسکے چور دروازے ہیں۔ اس نظامِ فرسودہ کے ذریعہ عوام کو بیوقوف بنا کر انتہائی بے دردی سے لوٹا جاتا ہے کہ حقیقی آزادی بھی سلب کرلی جاتی ہے۔ سبز باغ اس طرح دکھائے جاتے ہیں کہ ”تم اپنی بچت کی رقمیں بنک میں جمع کراؤ، تو ہم تم کو گھر بیٹھے اس پر سالانہ منافع (سود) دیتے رہینگے۔ یہ سود عموماً 6 تا 9 فیصد ہوتا ہے۔ لوگ اپنی محنت کی حلال اور گاڑھے پسینے کی کمائی کی حفاظت اور بڑھوتری میں سود کے لالچ میں بڑی بڑی رقم بنک میں جمع کرادیتے ہیں۔ ان بنکوں کا کرتب تخلیق زر Creation of Money کہلاتا ہے اور یہ سارا سود بھی چونکہ کاروباریوں سے وصول کیا جاتا ہے اور وہ اسے اپنی پیداوار کی لاگت پر ڈالتے ہیں اس لئے اس کا سارا بوجھ عوام پر آسمانوں کو چھونے والی مہنگائی کی صورت میں اٹھانا پڑتا ہے۔ حالیہ برسوں میں ان شرمناک واقعات کی خبریں ہمارے ذرائع ابلاغ میں بڑی بڑی سرخیوں کے ساتھ آتی رہی ہیں جن میں اُن مشہور سیاسی اور سماجی شخصیات کی نشاندہی بھی کی جاتی رہی ہے جنہوں نے قومی دولت پر اس طرح ہاتھ صاف کیا، مگر ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں ہوئی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اصحاب اقتدار اور ان عادی مجرموں کے گٹھ جوڑ نے ملک کے قانون میں کوئی ایسا چور دروازہ بنالیا ہے جسکے راستے اس قسم کے سنگین معاشی جرائم کو قانونی جواز فراہم کردیا گیا ہے۔

قرآن میں سود کی سخت ممانعت:

سود کی معاشی، معاشرتی، سماجی، اخلاقی اور روحانی تباہ کاریاں تہہ بہ تہہ جمع ہیں جبکہ سود کو حرام قرار دینے کے لیے اتنا سخت انداز اختیار کیا کہ کفر و شرک کے علاوہ دوسرے جُرم کے بارے میں ایسا ہولناک انداز پورے قرآن میں نظر نہیں آتا۔ قرآن کریم میں سات آیتوں میں سود کی خرابیوں اور اسکے حرام ہونے کا اعلان ہے جن میں 4 سورۂ بقرہ میں، ایک سورۂ آل عمران میں اور دو سورۃ النساء میں آئی ہیں۔ 40 سے زائد احادیثِ مبارکہ میں سود کی قباحت، حُرمت اور تباہی کا تذکرہ ہے۔ سود کے چور دروازے بہت ہیں۔ جیسے سودی بنکاری کا تتمہ تجارتی انشورنس (Commercial Insurance) تھرڈ پارٹی انشورنس، یعنی جبری انشورنس۔ اسلام نے سود اور سودی نظام کے علاوہ تمام ناجائز حرام اور غیر شرعی تجارتوں اور کاروبار جیسے ملٹی لیول مارکٹنگ MLM وغیرہ کے برخلاف اس کا اسلامی متبادل پیش کیا ہے وہ ہے بیت المال کا نظام، وقف اور زکوٰۃ کا نظم۔ مالداروں پر زکوٰۃ، عشر، صدقۃ الفطر، قربانی کی کھال کی

قیمت، نمازوں اور روزوں کا فدیہ اور بہت سی صورتوں میں مالی کفارے بھی فرض کردئے جنہیں صرف غریبوں کا حق قرار دیا ہے۔ نفقات کا ایک مستقل باب مقرر کر کے خواتین، بچوں، یتیموں، معذوروں محتاجوں، غریب رشتے داروں کی کفالت کا قانون بنایا۔ اسکے علاوہ اللہ کے راستے میں (فی سبیل اللہ) نفلی صدقات، صدقہ جاریہ کے ذریعہ مال خرچ کر کے معاشرے کے کمزور طبقات کو سہارا دینے کا نہایت پر کشش ترغیبی انداز اختیار کیا گیا۔ اور اس پر دنیا میں خیر و برکت اور آخرت میں اجر عظیم کی بشارتیں سنائی گئیں۔ پھر زندگی بھر کے تمام اخراجات کے بعد جو کچھ انسان کے پاس مرنے کے وقت باقی رہ گیا اسکو میراث کی شکل میں اہل خانہ ورشتہ داروں میں تقسیم کرنے کا قانون میراث (الفرائض) مقرر کیا۔

اس طرح ارتکازِ دولت اور سودی نظام کے تمام چور دروازے بند کر کے صنعت وتجارت، ملازمت ومزدوری کے ایسے منصفانہ اصول مقرر کیے گئے کہ اگر کسی سماج، ملک ومعاشرہ میں صحیح معنوں میں اسلامی نظامِ معیشت نافذ ہو تو سماج سود، سٹہ، جھوٹ، غبن جیسی نجاستوں سے پاک ہوگا۔ اور اسلامی بنکنگ کے مطابق شرکت و مضاربت کے اصول ہوں تو وہاں لازمی طور پر دولت کی تقسیم میں توازن ہوگا۔ باہمی ضروریات واحتیاج کے قدرتی نظام کو معیشت کی اصطلاح میں طلب ورسد Law of Demandand Supply کہا جاتا ہے۔ جب ضروری اشیاء کم ہوں اور مانگ زیادہ ہو تو اس وقت قیمتیں قدرتی طور پر بڑھ جاتی ہیں اور جب اشیاء ضروریہ بڑھ جائے تو مارکٹ میں اسکی قیمت کم ہوجاتی ہیں۔ قرآن مجید میں اس قدرتی نظام کی طرف اس طرح رہنمائی فرمائی ''دنیاوی زندگی میں ہم ہی نے ان کے درمیان ان کی معیشت تقسیم کردی ہے اور ہم نے ایک کے دوسرے پر درجے بلند کئے' تاکہ ایک دوسرے سے کام لیتا رہے'' (سورۃ الزخرف 32)۔

اسلام نے معیشت وتجارت میں احتکار (ذخیرہ اندوزی) کی ممانعت کردی ہے۔ ارشاد نبویﷺ ہے ''مَن اِحتکر فھو خاطِی'' جوشخص ذخیرہ اندوزی کرے وہ خطا کار ہے (صحیح مسلم حدیث نمبر 4000)۔ اسی طرح بیع کی ایک قسم جس میں درمیانی آدمی (Middle Man) دیہاتی اور شہری کے درمیان رکاوٹ بنتا ہے وہ ہے ''بَیعِ حاضِر لِباد'' اسکو بھی ممنوع قرار دیا۔ ارشاد نبویﷺ ''لا یبیع حاضر لباد'' کسی دیہاتی کا مالِ تجارت فروخت کرنے کے لیے کوئی شہری اس کا وکیل (ایجنٹ) نہ بنے۔ (صحیح مسلم حدیث نمبر 3709)۔

یہی آدمی درمیان میں آئے گا تو اشیاء کو روک روک کر مہنگا فروخت کرے گا، جس سے شہریوں کی رسد (Supply) میں رکاوٹ پیدا ہوگی۔ اور مہنگائی بڑھے گی۔ دور حاضر میں اس طرح کے کاروبار بہت عام ہیں۔ اسی طرح لوگوں میں جھوٹی مانگ ظاہر کر کے چیزوں کو دھوکہ دے کر بیچنا بھی ممنوع ہے۔ رسول اللہﷺ نے فرمایا: ''لا تناجشوا'' تم لوگ نجش (دھوکہ) نہ کرو۔ (صحیح مسلم کتاب البیوع)۔ جیسے آج کل مارکٹ میں ہراج کا طریقہ ہے۔ بعض نیلام کرنے والے اپنے کچھ آدمی جھوٹی بولی لگانے کے لیے مقرر کردیتے ہیں یہ عمل بالاتفاق حرام ہے تاکہ حقیقی خریدار محض دھوکہ (نجش) میں آکر اس چیز کو خریدلے۔ تجارت میں بیع پر بیع یعنی جب دو آدمیوں کے درمیان خرید وفروخت ہوچکی ہو اور قیمت پر باہمی رضامندی بھی ہوگئی ہو مگر ابھی سودا نہیں ہوا مگر اس حالت میں کوئی تیسرا آدمی زیادہ معاوضہ دے کر وہ سودا نہ کرے یہ عمل بھی بالاتفاق ناجائز ہے۔ تجارت کی ایک اور قسم جو آج کل بہت رائج ہے اور وہ سٹہ میں داخل ہے۔ (Sale Before Acquiring Possession) یعنی خریدی ہوئی چیز کو وصول کرنے سے پہلے آگے فروخت کردینا۔ یہ بھی ناجائز ہے۔ لگ بھگ ملٹی نیشنل کمپنیاں اور یم ایل یم MLM کے یہ طریقے پائے جاتے ہیں۔ ایک ہی چیز کو مختلف لوگ الگ الگ قیمتوں میں فروخت کرتے ہیں، چیزیں روانگی سے پہلے ہی دوسرا، تیسرے کے ہاتھ، تیسرا چوتھے کے ہاتھ فروخت کرتا رہتا ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ چیزیں عام صارفین تک پہنچتے پہنچتے قیمت دُگنی ہوجاتی ہے۔

اسلامی معیشت کی ایک خصوصیت ہے کہ ہر شخص کو اپنی کسی چیز سے نفع کمانے کا حق صرف اسی صورت میں ہے جبکہ اس چیز کے نقصان کا خطرہ (Risk) بھی اسکے ذمہ ہو۔ کیوں کہ جو مال ضمان (Risk) میں نہیں اس سے نفع کمانا جائز نہیں ہے۔ شرعی اصطلاح میں اسے ''الخراج بالضمان'' کہتے ہیں۔ (سنن ابی داوٗد، جلد سوم صفحہ نمبر 284)۔ بیع الغرر (مبہم اور غیر یقینی قیمتیں) والی تجارت بھی ممنوع ہے۔ کیوں کہ یہ غرر (دھوکہ) ہے۔ کتب احادیث وفقہ میں اسکی بہت سی مثالیں موجود ہیں مثلاً (بیع الملامسہ، بیع المنابذہ، بیع الحصاۃ، بیع حبل الحبلۃ، بیع المبیع قبل القبض وغیرہ یہ تمام قسم کی تجارت ناجائز ہے۔ موجودہ دور میں غرر کی چند مثالیں یہ ہیں۔

ا۔ شارٹ سیل (Short Sale) بائع ایسی چیز فروخت کرتا ہے جو اسکی ملکیت میں نہیں۔ جو چیز قبضہ میں نہیں ہے یا جس کا نفع ونقصان معلوم نہیں ہے ایسی بیع بھی غرر کہلاتی ہے۔

خلاصہ:

پیچھے اسلامی معیشت کی جو خصوصیات سامنے آئی ہیں، ان کا خلاصہ یہ ہے:

ا۔ معاشی سرگرمیاں اسلام کی نظر میں دِین سے الگ نہیں، دِین ہی کا ایک اہم حصہ ہیں، ہر معاشی عمل جو حسنِ نیت کے ساتھ ہو اور شرعی حدود میں ہو، اسلام کی نظر میں عبادت کا درجہ پالیتا ہے، معاشی ترقی اس کی نظر میں پسندیدہ اور کسبِ حلال ایک

درجہ میں فرض ہے۔

۲۔لیکن مسئلۂ معاش کو اِسلام زندگی کا اصل مسئلہ اورفکر وعمل کا محوَر قرار نہیں دیتا، اور نہ معاشی ترقی اس کے نزدیک انسان کا منتہائے مقصود ہے، اصل مقصود اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی اور آخرت کی مکمل کامیابی ہے، لیکن چونکہ اس منزلِ مقصود کو دُنیا کی زندگی سے گزرے بغیر حاصل نہیں کیا جاسکتا اس لئے وہ تمام سرگرمیاں بھی ضروری ہوجاتی ہیں جو دُنیا کی پُرامن و پُرسکون زندگی کے لئے ناگزیر ہیں۔

۳۔سب عاقل بالغ انسان اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہیں، خواہ امیر ہوں یا غریب، حاکم ہوں یا محکوم، اجیر (Labour) ہوں یا متاجر (Entrepreneur)، سب کو آخرت میں برپا ہونے والے یومِ حساب میں اپنے ہر اچھے بُرے اور چھوٹے بڑے عمل کا حساب دینا ہے۔ مال کس کس طرح کمایا اور کہاں کہاں خرچ کیا؟ اس کا بھی حساب دینا ہے اور ہر ایک کو اپنے اپنے عمل کے مطابق جزا یا سزا پانی ہے۔

۴۔اسلامی نظمِ معیشت میں وسائلِ معاش پر حکومت، جاگیرداروں یا سرمایہ داروں کی اِجارہ داری نہیں ہوتی، ہر شخص کو اپنی صلاحیت، محنت اور سرمایہ کے تناسب سے اس کا معقول صلہ حاصل کرنے کے کھلے مواقع میسر ہوتے ہیں۔

۵۔اسلام کی معاشی تعلیمات نے اِرتکازِ دولت کے سب دروازے بند کردیئے ہیں تاکہ دولت کا ذخیرہ چند خاندانوں یا معاشرے کے خاص طبقات میں سمٹنے کے بجائے زیادہ سے زیادہ وسیع پیمانے پر گردش کرے اور اَمیر وغریب کا تفاوت فطری اور قابلِ عمل حد تک کم کیا جائے۔

۶۔طلب ورسد (Demand and Supply) کی آزادی کا تحفظ کیا گیا ہے، تاکہ اشیائے صَرف اور اشیائے ضرورت کی مصنوعی قلت پیدا نہ کی جاسکے، اور ان کی قیمتیں من مانے اور مصنوعی طریقوں سے نہ بڑھائی جاسکیں۔

ارتکازِ دولت کی بیخ کنی اور ''طلب ورسد'' کے تحفظ میں جو تفصیلات پیچھے آئی ہیں ان سے ایک بات نمایاں طور پر یہ سامنے آتی ہے کہ اسلام کی معاشی تعلیمات میں تنخواہیں اور اُجرتیں بڑھانے سے زیادہ زور اس حکیمانہ اُصول پر دیا گیا ہے کہ اشیائے ضرورت اور اشیائے صَرف لوگوں کو آسانی اور فراوانی سے مناسب حد تک سستی مل سکیں، وہ ایک عام آدمی کی دسترس سے باہر نہ ہوں، رہیں تنخواہیں اور اُجرتیں تو ان کا تعین طلب ورسد کے قدرتی نظام کے تحت اور اشیاء کی بازاری قیمتوں کو سامنے رکھ کر ہر شخص اپنے لئے خود کرتا ہے۔یعنی روزگار کے مواقع کی آزادی اور فراوانی کے باعث وہ یہ فیصلہ آزادانہ طور پر خود کرتا ہے کہ جتنے فرائض اور ذمہ داریاں اس نے اپنے ذمے لی ہیں، اشیائے صَرف کی قیمتوں کے پیشِ نظر ان کا کتنا معاوضہ اس کے لئے کافی ہے۔اس سے کم ملے تو یہ کوئی دوسرا ذریعہ معاش اختیار کرلے گا اور زیادہ مانگنے لگے تو کام لینے والا کسی اور کو تلاش کرلے گا۔ ہر شخص اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے دوسرے کو اتنا دینے پر مجبور ہے جتنے کا وہ مستحق یا ضرورت مند ہے۔اس کا نتیجہ یہ بھی نکلے گا کہ جب اشیائے صَرف کی قیمتیں مناسب حد تک کم ہوں گی تو اُجرتیں اور تنخواہیں بھی مناسب حد تک کم ہوجائیں گی۔ پیداواری لاگت کم ہوگی اور ایک متوازن معیشت وجود میں آئے گی۔

۷۔اسلامی معیشت کی خصوصیات میں جگہ جگہ یہ بات سامنے آتی ہے اور خصوصاً چھٹی خصوصیت نے اسے اور کھول دیا ہے کہ نظامِ سرمایہ داری کے برعکس اسلامی تعلیمات نے معیشت میں کسی بھی موقع پر، کسی بھی خاص طبقے کو نوازنے کے لئے کسی دوسرے طبقے کو دبانے سے مکمل پرہیز کیا ہے۔اور تمام بنی نوعِ انسان کے درمیان عدل وانصاف قائم رکھنے کا نہایت باریک بینی سے اہتمام کیا ہے۔

۸۔اسلام نے ''غَرَر''یعنی مبہم اور غیریقینی سودوں کی ممانعت کرکے جہاں بازار اور تجارت ومعیشت کو محفوظ اور فطری طور پر رواں دواں رکھنے کے لئے مالیاتی بحرانوں (Financial Crises) کا راستہ سختی سے روکا ہے، وہیں ایسے تمام راستوں پر پہرے بٹھادیئے ہیں جن سے تجارتی نزاعات پیدا ہوتے اور باہمی دشمنیاں جنم لیتی ہیں۔

آج کل نزاعات اور عداوتوں کا سیلاب جہاں معاشرے کے امن وامان کو تباہ اور معاشی سرگرمیوں کو قدم قدم پر مفلوج کررہا ہے وہیں عدالتوں میں مقدمات کی بھرمار نے حق وانصاف کا حصول انتہائی مشکل بنادیا ہے۔ ہر سطح کی عدالتوں کی تعداد جتنی بھی بڑھائی جاتی ہے وہ مقدمات کی تیزی سے بڑھتی ہوئی رفتار کے سامنے ناکافی ہوجاتی ہے۔اور اب حالت یہاں تک پہنچی ہے کہ لوگ برسوں تک وکیلوں اور عدالتوں کے چکر لگانے کے بجائے اپنی مظلومیت ہی پر صبر کر بیٹھنے میں عافیت سمجھنے لگے ہیں۔

اگر اسلامی معیشت کی مذکورہ بالا خصوصیات کو تعصّبات کے بجائے انصاف سے دیکھا جائے تو واضح ہوگا کہ یہ ایک ممتاز خصوصیات ہیں جن سے تمام دوسرے نظامہائے معیشت محروم چلے آرہے ہیں۔

اگر دنیا کے لئے پھر معاشی توازن، بازاروں کی فطری آزادی، عدل وانصاف اور پرسکون زندگی مقدر میں ہے تو وہ صرف اسلام ہی کے دامنِ رحمت میں ملے گی۔

مُژدہ کہ ہو کہ فرنگی ہَوَسِ خام میں ہے
امنِ عالم تو فقط دامنِ اسلام میں ہے

☆☆☆

نفس پرستی کے نقصانات

عبدالوہاب صدیقی

خالق کائنات نے انسان کو پیدا کر کے اس کے لئے دو راستے مقرر کئے ہیں ایک راستہ ہدایت کا ہے اور دوسرا راستہ ضلالت اور گمراہی کا۔ ہدایت کا راستہ بتلانے کے لئے اس نے دنیا میں بے شمار پیغمبر اور انبیاء بھیجے جو اپنے اپنے وقتوں پر مبعوث ہو کر اپنی قوم اور اپنی امت کو اللہ کا راستہ بتلاتے رہے لیکن بہت کم لوگوں نے ان کی بات سنی اور ان پر ایمان لائے۔

دوسرا راستہ جسے ضلالت اور گمراہی کا راستہ کہتے ہیں اس کے لئے انسانوں کے ساتھ کچھ ایسے اسباب لگا دیئے گئے ہیں جو ہمیشہ ان کو غلط راستہ پر ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ازاں جملہ انسان کا ایک دشمن شیطان لعین کو بتلایا گیا ہے جس نے راندۂ درگاہ ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ سے یہ مہلت مانگی تھی کہ میں تیرے بندوں کو گمراہ کرتا رہوں گا۔ قرآن پاک میں ہے:

قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ قَالَ فَاِنَّکَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَیْتَنِیْ لَاُزَیِّنَنَّ لَهُمْ فِی الْاَرْضِ وَلَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ اِلَّا عِبَادَکَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ (الحجر:۳۶تا ۴۰)

یعنی اے میرے رب! مجھے قیامت تک کے لئے مہلت دے۔ اللہ نے فرمایا: تم مہلت پانے والوں میں سے ہو، معین وقت تک، شیطان نے کہا اے میرے رب جس کے سبب سے تو نے مجھ کو گمراہ کیا ہے۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ دنیا میں ان کی نظر میں گناہوں کو مرغوب کر کے دکھاؤں گا اور ان سب کو گمراہ کروں گا۔ مگر تیرے ان بندوں کو جو ان میں منتخب کئے گئے ہیں؟

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان جو آدم علیہ السلام کے سامنے سربسجود نہ ہونے سے اللہ تعالیٰ کے دربار سے نکال دیا گیا۔ انسان کی دشمنی پر آمادہ ہے اور اسے ہر وقت گمراہ کرنے پر تلا ہوا ہے۔ اس لئے انسان کا سب سے بڑا دشمن تو یہی شیطان لعین ہوا۔ اس کے بعد انسان کے پیچھے ایک بری علت اس کے برے جذبات اور نفسانی خواہشات کی بھی لگا دی گئی ہے۔ جو اس کو ہمیشہ حق بات کی طرف مائل ہونے سے روکتی رہتی ہے۔ سورہ یوسف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (یوسف:۵۳)

اور میں اپنے نفس کو بری نہیں بتلاتا۔ نفس تو برائی کا حکم دینے والا ہے مگر جس پر میرا رب اپنا رحم کرے بلاشبہ میرا رب بڑی مغفرت اور بڑی رحمت والا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ انسان کی خواہش نفسانی بھی اس کو برائی کی طرف لے جاتی ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ لوگوں کو اس سے باز رکھنے کی کوشش کی ہے کہ کوئی شخص اپنے نفس کا غلام نہ بنے۔ اپنے دلی جذبات پر عمل نہ کرے بلکہ اللہ کی بھیجی ہوئی ہدایت اور پیغمبروں کی لائی ہوئی باتوں کو اپنا دستور العمل بنائے۔ انسان کی نجات اسی کے اندر ہے ایک حدیث ہے آنحضور ﷺ فرماتے ہیں۔

لا یومن احدکم حتی یکون ھوا ہ تبعا لما جئت بہ

یعنی اس وقت تک کوئی انسان مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی تمام خواہش میری لائی ہوئی ہدایت کے تابع نہ بن جائیں۔

اس سے بھی انسان کے اپنی نفسانی خواہشات پر عمل کرنے کی تردید ہوتی ہے۔ اور اپنے تمام جذبات کو دین کے تابع بنانے کی تاکید نکلتی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جہاں اپنی یا کسی غیر کی ہوائے نفسانی کی پیروی سے منع کیا ہے ہم ذیل میں ان آیتوں کی روشنی میں بتانا چاہتے ہیں کہ کیوں جگہ جگہ اس کی تاکید کی گئی ہے اور کیوں مسلمانوں کو اس بات سے روکا گیا ہے۔

سورہ بقرہ کے چودھویں رکوع میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِیْ جَآءَکَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَکَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ (بقرہ:۱۲۰)

اور اگر آپ اتباع کرنے لگیں ان کے غلط خیالات کا، علم (قطعی ثابت بالوحی) آچکنے کے بعد نہ تو آپ کا خدا سے بچانے والا نہ یار نکلے گا اور نہ مددگار۔

اللہ تعالیٰ اس آیت میں نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ ہم نے آپ کو علم عطا کیا۔ اگر اس کے بعد آپ یہود و نصاریٰ کو خوش کرنے کے لئے ان کی خواہشوں کی اتباع کریں گے تو آپ کو اللہ کی گرفت سے کوئی شخص نہیں بچا سکتا۔ اور نہ کوئی مدد کے لئے آسکتا ہے۔ اس آیت کے مخاطب یوں تو نبی کریم ﷺ ہیں مگر پوری امت کو اس آیت میں تنبیہ کی جا رہی ہے کہ نفس پرستی جیسی مہلک بلا سے دور رہیں۔ ورنہ جب خدا کا عذاب آئے گا تو پھر کوئی طاقت تمہیں پناہ نہیں دے سکتی۔

اسی طرح ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا ہے۔ ثُمَّ جَعَلْنٰکَ عَلٰی شَرِیْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ (الجاثیة:۱۸)

یعنی ہم نے تجھے ایک شریعت پر کر دیا ہے پس تو اس کی تابعداری کر اور بے

علموں کی خواہشوں کے پیچھے نہ پڑ۔ وہ تجھے اللہ کے یہاں کوئی نفع نہیں پہنچا سکتے۔ یہ ظالم تو آپس میں ایک دوسرے کے ولی ہیں۔ اور پرہیزگاروں کا ولی اللہ تعالیٰ ہے۔

یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے دو ہی صورتیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک یہ کہ خدا کی شریعت پر عمل کرنا۔ دوسرے بے علموں کی خواہشوں کی تابعداری کرنا۔ دوسری بات سے اللہ نے منع فرمایا ہے کیونکہ اس کا نتیجہ ہلاکت اور تباہی و بربادی کے سوا کچھ نہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے نفس پرستوں کو ظالم قرار دیا ہے کیونکہ وہ لوگ خدا کی عبادت کے بجائے اپنے نفس اور خواہش کی اتباع کرتے ہیں۔ پیروی نفس کی مذمت کو ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے ان لفظوں میں بیان فرمایا ہے۔

وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ الْکِتٰبِ وَمُهَیْمِنًا عَلَیْهِ فَاحْکُمْ بَیْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآئَهُمْ عَمَّا جَآءَکَ مِنَ الْحَقِّ (المائدہ:۴۸)

اور ہم نے یہ کتاب آپ کے پاس بھیجی ہے۔ جو خود بھی مصدق کے نام سے موصوف ہے۔ یعنی اس سے پہلے جو کتابیں آئی ہیں ان کی تصدیق کرتی ہے اور ان کتابوں کی محافظ بھی ہے۔ آپ ان کے باہمی معاملات میں اسی بھیجی ہوئی کتاب سے فیصلہ فرمایا کیجئے۔ اور یہ جو سچی کتاب آپ کو ملی ہے اس سے دور ہو کر ان کی خواہشوں پر عمل درآمد نہ کیجئے۔

قُلْ یٰٓاَهْلَ الْکِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ غَیْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا کَثِیْرًا (المائدۃ:۷۷)

آپ فرما دیجئے کہ اے اہل کتاب! تم اپنے دین میں ناحق کا غلو مت کرو اور ان لوگوں کے خیالات پر مت چلو۔ جو پہلے خود بھی غلطی میں پڑ چکے ہیں اور بہتوں کو غلطی میں ڈال بھی چکے ہیں۔ اور وہ لوگ راہ راست سے دور ہیں۔

علم ویقین، حق وصداقت، دلیل وبرہان کے ہوتے ہوئے اگر انسان اپنی یا کسی اور کی خواہش نفسانی کی پیروی کرتا ہے تو ایسی صورت میں اس کا جو انجام ہوگا یہ آیتیں اس سے آگاہ کر رہی ہیں کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے قول کو پس پشت ڈال کر صرف نفس کی اتباع پر قائم رہے تو ان کا کتنا دردناک اور عبرت انگیز انجام ہوا۔ صاحب خازن ان آیات کے تحت لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں جو یہودی تھے انہیں ان کے آباء واجداد کی پیروی سے منع کیا گیا کہ تم اپنے پیش رووں کی اتباع نہ کرو کیونکہ انہوں نے خدائی احکام سے منہ موڑ کر ایسا طریقہ ایجاد کر لیا ہے جو ان کی نفسانی خواہش پر مبنی تھا۔ اور انھیں اس طرح کرنے پر اس دردناک عذاب سے بھی آگاہ کر دیا گیا جو ان کے متقدمین پر آ چکا تھا۔

نفس پرستی کا برا انجام اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو سنیچر کے دن مچھلی کے شکار سے منع فرمایا تھا۔ مگر ان کے نفس نے اللہ تعالیٰ کے حکم میں تاویل باطل کر کے انہیں ایسے طریقہ پر آمادہ کیا جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے صریح مخالف تھا۔ بنی اسرائیل نے خواہش نفسانی کو خدا کے حکم پر ترجیح دے کر اپنی عاقبت کو تباہ وبرباد کر لیا۔ انہیں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کہا ہے۔

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِیْنَ اعْتَدَوْا مِنْکُمْ فِی السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ کُوْنُوْا قِرَدَۃً خٰسِئِیْنَ (البقرہ:۶۵)

اور تم لوگ اپنے میں سے ان لوگوں کا حال جانتے ہی ہو۔ جنھوں نے شرع سے تجاوز کیا تھا دوبارہ (اس حکم کا جو) یوم سبت کے متعلق تھا سو ہم نے ان کو کہہ دیا کہ تم ذلیل بندر بن جاؤ۔

کس قدر سبق آموز واقعہ ہے ان لوگوں کے لئے جو خواہش نفس کی تشنگی کو بجھانے کے لئے احکام خداوندی سے تجاوز کر کے ایسے امور کو انجام دیتے ہیں جن کے سبب ان سے پہلے کے لوگ مسخ کر دیئے گئے اور بندر کی شکل میں تبدیل کر دیئے گئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جس طریقہ اور راستہ کی بنیاد نفس کی شہوات کے بموجب قائم ہوگی وہ طریقہ کبھی درست نہیں ہوگا اور نہ اس پر چلنے والے کبھی فلاح و بہبودی سے ہمکنار ہو سکتے ہیں۔ اور ایسے لوگوں کی اتباع کرنے والے لوگوں کا انجام بھی اچھا نہیں ہوگا۔ اسی لئے قرآن مجید میں ان لوگوں کی اتباع سے بار بار منع کیا گیا ہے۔ جو دلائل شرعیہ کے ہوتے ہوئے ایسے لوگوں کی پیروی کرتے ہیں جن کا طریقہ نفس پرستی کے سوا کچھ نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَالَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ (الانعام:۱۵۰)

ایسے لوگوں کے باطل خیالات کا اتباع مت کرنا جو ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں اور جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ اور اپنے رب کے برابر وہ دوسروں کو ٹھہراتے ہیں۔

دیکھئے یہاں بھی ایسے لوگوں کی اتباع سے منع کیا جا رہا ہے جو خواہش نفسانی کی اتباع اور پیروی کر کے اللہ تعالیٰ کے برابر دوسرے لوگوں کو درجہ دیتے ہیں۔ کیونکہ ایسے لوگ گمراہ اور ظالم ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کی اتباع کرنے والے بھی انھیں لوگوں کی صف میں شمار ہوں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَاِنْ لَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَکَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا یَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَیْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ (القصص:۵۰)

اگر یہ لوگ آپ کی بات نہ مانیں تو سمجھ لیجئے کہ یہ اپنی خواہش نفسانی پر چلتے ہیں اور اس سے بڑا گمراہ کون ہوگا جو خواہش نفس کی پیروی کرے بدون اس کے کہ من جانب اللہ کوئی دلیل ہو۔ خدائے تعالیٰ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں کیا کرتا۔

خیال کیجئے کہ اس آیت میں عمل کی تقسیم صرف دو چیزوں کی طرف کی ہے تیسری کوئی چیز نہیں۔ یا تو خدا اور اس کے رسول کی بات ماننی اور وحی الٰہی کی پیروی کرنی ہے یا اتباع ہویٰ یعنی خواہش کی پیروی، پس جو کچھ قرآن وحدیث میں نہ ہو وہ خواہش ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت داؤد علیہ السلام کو نفس پرستی سے منع کرتے ہوئے فرماتا ہے:
یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ فَاحْکُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْھَوٰی فَیُضِلَّکَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اِنَّ الَّذِیْنَ یَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ لَھُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ (ص:۲۶)

اے داؤد! ہم نے تم کو زمین پر حاکم بنایا ہے سو لوگوں میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کرتے رہنا اور نفسانی خواہش کی پیروی مت کرنا (اگر ایسا کروگے) وہ خدا کے راستے سے بھٹکا دے گی۔ جو لوگ خدا کے راستے میں بھٹکتے ہیں۔ اور ان کے لئے سخت عذاب ہوگا۔

پس اس آیت میں بھی لوگوں کے درمیان حکم احکام جاری کرنے کے دو ہی طریقے بیان فرمائے۔ ایک تو حق یعنی وہ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر نازل فرمایا ناحق یعنی اپنے دل سے گڑھ کر جو قرآن وحدیث کے خلاف ہو۔ پہلا طریقہ وہ ہے جس پر چلنے والا کامیابی سے ہمکنار ہوسکتا ہے اور دوسرے راستہ پر چلنے والا دنیا وآخرت میں نقصان اٹھانے والا ہوگا۔ اور ایسی صورت میں ایسے شخص کا کوئی مددگار بھی نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

بَلِ اتَّبَعَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَھْوَآءَھُمْ بِغَیْرِ عِلْمٍ فَمَنْ یَّھْدِیْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰہُ وَمَا لَھُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ (الروم:۲۹) بلکہ ان ظالموں نے بلا دلیل اپنے خیالات کی اتباع کر رکھا ہے۔ سو جس کو خدا گمراہ کرے اس کو کون راہ راست پر لا سکتا ہے؟ اور قیامت کے دن ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

مشرکین جو خدا کی عبادت سے منحرف ہو کر پتھروں اور مٹی سے بنے ہوئے دیوتاؤں کے سامنے سر جھکاتے رہے ان کے پاس کوئی عقلی یا نقلی دلیل نہیں تھی بلکہ کرشمۂ جہالت اور خواہش نفسانی کی اتباع تھی۔ اسی لئے وہ لوگ راہ راست سے ہٹ گئے۔ تو پھر انھیں بجز خدا کے اور کوئی راہ راست پر لانے والا نہیں تھا۔ اگرچہ ایسے لوگ دوسروں کو مددگار اور کارساز مانتے ہیں۔ لیکن حقیقی بات یہ ہے کہ ان ظالموں کا کوئی دوست نہیں ہوگا اور ایسی صورت میں جبکہ انسان خدا اور رسول کے احکام کو بھول کر صرف نفس کا بندہ اور غلام بن کر رہ جاتا ہے تو کون شخص ہے جو اللہ کی مرضی کے خلاف اس کی مدد کر سکے گا؟ اور کون شخص ایسے شخص پر مہربانی کرے گا۔ جس پر خدا مہربان نہ ہو؟

لہٰذا انسان کو نفس اور خواہش کا غلام اور بندہ ہونے کے بجائے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کرنی چاہیے اور اس کے بتائے ہوئے طریقے کو اپنی زندگی کی راہ عمل بنا کر اس پر گامزن ہو جانا چاہیے تب تو کامیابی مل سکتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

فَاَقِمْ وَجْھَکَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا پس تو یکسو ہو کر اپنا منہ دین کی طرف موڑ دے۔ (روم:۳۰)

کامیابی کا راستہ یہی ہے کہ تم ملت ابراہیم پر جم جاؤ جس دین کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مقرر کردیا ہے۔ وَاَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِہٖ (الانعام:۱۵۳)

اور یہ دین میرا راستہ ہے جو کہ مستقیم ہے۔ سو اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہ تم کو اللہ کے راستے سے جدا کردے گی۔

تفرقہ دین اور ذہنی اختراع کے طریقہ پر چلنا ہلاکت اور تباہی کے سوا کچھ نہیں۔ ایسے لوگوں کے دلوں پر سیاہی چھا جاتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کے قلوب پر مہر لگا دیتا ہے۔ جس کی بناء پر وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تباہی وبربادی کے گڑھے میں گر پڑتے ہیں۔

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ طَبَعَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ وَاتَّبَعُوْٓا اَھْوَآءَھُمْ (محمد:۱۶)

اور یہ وہ لوگ ہیں کہ حق تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی ہے اور یہ اپنی خواہش نفسانی پر چلتے ہیں۔

فَلَا تَتَّبِعُوا الْھَوٰٓی اَنْ تَعْدِلُوْا وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا (النساء:۱۵۳)

سوئم خواہش نفس کی اتباع نہ کرنا، ایسا نہ ہو کہ تم حق سے ہٹ جاؤ اور اگر تم کج بیانی کروگے یا پہلو تہی کروگے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں۔ اس لئے اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِہٖٓ اَوْلِیَآءَ قَلِیْلًا مَّا تَذَکَّرُوْنَ (الاعراف:۳) جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے اتارا گیا ہے اس کی اتباع کرو۔ اس کے سوا دوسرے اولیاء کے پیچھے نہ پڑو۔ افسوس کہ تم بہت ہی کم نصیحت پکڑتے ہو۔

اس آیت میں بھی اپنے اتارے ہوئے احکام کی پیروی کرنے کا خصوصیت سے حکم دیا۔

معلوم ہوا کہ اتباع نفس آدمی کو گمراہی کی طرف لے جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی ہدایت ہی فوز وفلاح اور ہدایت وسعادت کا سیدھا راستہ ہے۔ اگر آدمی اسی ایک نصیحت پر عمل کرے تو اس کی دنیا ودین دونوں سنور سکتے ہیں اور وہ خدا کے یہاں فائز المرام ہوسکتا ہے۔

☆☆☆

ایمان کی کمزوری اوراس کا علاج

تحریر: شیخ عبدالوہاب السنین
ترجمہ: عبدالمنان شکراوی
اہل حدیث منزل، دہلی

بعض لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ اکثر اوقات ان کے دل میں تنگی، جذبات میں سختی پائی جاتی ہے نیز وہ قرآن کریم اور وعظ ونصیحت میں اثر پذیری محسوس نہیں کرتے۔ سینے میں گھٹن اور کندھوں پر بوجھ محسوس ہوتا ہے لیکن اس کے اسباب سے وہ ناواقف رہتے ہیں اور اس مصیبت سے نجات کا کوئی راستہ انہیں سجھائی نہیں دیتا۔ اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان بھی انہیں وحشت کا احساس ہوتا ہے جس کے نتیجے میں عبادت انہیں بوجھ لگتی ہے، بھلائی کے کاموں میں سستی وکاہلی کا شکار رہتے ہیں اور اللہ کو راضی کرنے والے اعمال میں کوئی لذت محسوس نہیں ہوتی۔ اسی سب کو ایمان کی کمزوری سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس دور میں یہ بیماری وبائی شکل اختیار کرتی جا رہی ہے، حتیٰ کہ ہر مومن وموحد بھی کبھی کبھار ہی سہی اس کیفیت میں مبتلا ہوجاتا ہے۔

اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ ایمان گھٹتا اور بڑھتا ہے۔ اس میں کمی وزیادتی ہوتی رہتی ہے۔ فرماں برداری کے کاموں سے ایمان بڑھتا اور نافرمانی کے کاموں سے گھٹتا ہے۔ قرآن وحدیث نیز سلف صالحین کی کتابوں میں اس کے دلائل بھرے پڑے ہیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ہمیں بتایا ہے کہ ایمان مومن کے دل میں بوسیدہ ہوجاتا ہے جس کی تجدید کی ضرورت پڑتی ہے۔ جیسا کہ مستدرک حاکم اور طبرانی میں ہے کہ تمہارے پیٹ میں ایمان ایسے ہی پرانا ہوتا ہے جیسا کہ کپڑا پرانا ہوتا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہو کہ وہ ایمان کو تمہارے دلوں میں نیا اور تازہ کردے۔

ہمارے دلوں میں ایمان کم وبیش ہوتا رہتا ہے پھر ایمان کی طاقت وکمزوری اور کمی وزیادتی کے جیسے اسباب درپیش ہوتے ہیں اس کے حساب سے ایمان کی کمی وزیادتی ہوتی رہتی ہے۔ اسی بات کو ''حلیۃ'' میں وارد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے: ''کوئی بھی دل نہیں ہے مگر اس پر ایک ایسی بدلی ہوتی ہے جیسے چاند پر ہوتی ہے۔ چاند خوب چمک رہا ہوتا ہے کہ اچانک اس پر ایک بدلی آجاتی ہے جو اس کی روشنی کو تاریکی میں بدل دیتی ہے جب بدلی چھٹ جاتی ہے تو روشنی پھر پھیل جاتی ہے۔'' جس طرح چاند کے ساتھ ہوتا ہے وہ آسمان میں چمک رہا ہوتا ہے اس پر بدلی آجاتی ہے جو اس کی روشنی کو ڈھک دیتی ہے پھر کچھ ہی دیر بعد بدلی ہٹ جاتی ہے تو اس کی روشنی پھر لوٹ آتی ہے اور آسمان روشن ہوجاتا ہے۔ اسی طرح مومن کا دل ہے کہ وہ راہ راست پر گامزن رہتا ہے اچانک بعض لغزشیں، کوتاہیاں اس سے سرزد ہوجاتی ہیں اور ایمان کی کمزوری کے لمحات آجاتے ہیں بلکہ نافرمانیوں کا صدور بھی ہوجاتا ہے۔ ایسے میں اس کا نور وروشنی چھپ جاتی ہے اور انسان ظلمت وتاریکی اور وحشت کے ماحول میں پہنچ جاتا ہے۔ اس کے بعد اگر وہ ایمان میں بڑھوتری کا خواستگار ہوتا ہے اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتا ہے تو تاریکی کا یہ بادل چھٹ جاتا ہے اور دل کی روشنی اور پختگی عود کرآتی ہے۔

کمزوری کے اسباب: بعض سلف کا قول ہے کہ ''آدمی کی سمجھداری اس میں ہے کہ وہ اپنے ایمان اور اس کے نقصان کا دھیان رکھے، آدمی کی سمجھداری یہ بھی ہے کہ اسے معلوم رہے کہ اس کا ایمان بڑھ رہا ہے یا گھٹ رہا ہے۔ اس کی ہوشیاری یہ بھی ہے کہ اسے شیطان کے وسوسوں کے بارے میں بھی پتہ رہے کہ وہ کہاں سے آتے ہیں۔'' انسان کی عقلمندی اس میں بھی ہے کہ وہ اپنے دل اور مذہب کی نگرانی کرتا رہے اور یہ بھی جانے کہ سستی وکاہلی کہاں سے آتی ہے اور ایمان کی کمزوری کے اسباب ووجوہات کیا ہیں؟ علماء نے درج ذیل اسباب ووجوہات بیان کئے ہیں:

۱۔ طلب علم سے دوری: ایمان کی کمزوری کا پہلا سبب طلب علم سے دوری ہے۔ طلب علم کا مطلب یہ ہے کہ انسان علم سیکھنے سے کبھی بھی جدا والگ نہ ہو کیونکہ علم تربیت ہے علم اخلاق ہے، اسی طرح علم سربلندی ہے جیسا کہ رب العلمین نے فرمایا ہے: يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ '' (المجادلۃ:۱۱) ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ تم میں سے ان لوگوں کے جو ایمان لائے ہیں اور جو علم دیے گئے ہیں درجے بلند کردے گا، اور اللہ تعالیٰ جو تم کر رہے ہو اس سے خبردار ہے۔'' اسی لئے علم اور اس کی طلب کو چھوڑ دینا اور اس علم پر توجہ نہ دینا جو قرآن وحدیث پر مشتمل ہے اور سب سے بڑا علم جو توحید کا علم ہے اس سے لاپرواہی برتنا، ایمان کی کمزوری کے مرض میں مبتلا ہونے کی سب سے بڑی وجہ ہے۔ کیونکہ علم آپ کو اس سے محفوظ رکھے گا اور آپ اور اس مرض کے درمیان رکاوٹ وآڑ بن جائے گا۔

۲۔ اجازت والے کاموں کو کثرت سے کرنا: ایسے کاموں کو کثرت سے کرنا جن کی شریعت میں صرف اجازت ہے، چاہے ان کا تعلق کھانے پینے سے ہو یا پہننے سے یا سواری سے۔ یہ سب جائز ہیں اسی لئے بعض جوان انہیں سے دل لگا لیتے ہیں اور کثرت سے کرتے ہیں ان کی ساری تگ ودو اسی کے لئے ہوتی ہے، سوتے جاگتے وہ دماغ پر سوار رہتا ہے۔ صبح وشام اسی کے بارے میں سوچتے رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے پاس کوئی مشغلہ نہیں رہتا۔ ان کی گفتگو کا یہی محور بن جاتا ہے۔ ہم نے آج کیا خریدا؟ آج ہم نے کیا کھایا؟ ہم نے آج کیا پیا؟ آج کیا پہنا؟ جہاں دیکھیں گے آپ انہیں اسی قسم کی گفتگو کرتے پائیں گے۔ ان کا یہی ایک نکاتی مشغلہ ہے۔ بلاشبہ دل پر اس کا بڑا ہی منفی اثر پڑتا ہے۔

۳۔ ایمان کے ماحول سے دوری: ایمان والوں پر کمزوری سب

سے پہلے اسی راستے سے داخل ہوتی ہے۔انسان کی توجہ مسجد سے ہٹ جاتی ہے اورانسان اچھی صحبت بدل لیتاہے یا اچھے ساتھیوں سے دور ہوجاتا ہے۔اور ماحول اس پر اثر انداز ہوتاہے۔حضرت حسن فرماتے ہیں: ہمارے لئے ہمارے بھائی اپنے خویش واقارب سے بھی زیادہ قیمتی ہیں۔ہمارے اہل وعیال ہمیں دنیا یاد دلاتے ہیں لیکن ہمارے بھائی ہمیں آخرت یاد دلاتے ہیں۔گذرے زمانے میں ایک عالم نے سوآدمیوں کے قاتل سے کہا:''اوراپنی اس زمین کو چھوڑ کر چلا جا کیونکہ یہ برائی کی زمین ہے اورفلاں فلاں زمین کی طرف چلا جا کیونکہ اس میں ایسے لوگ ہیں جو اللہ کی پوجا و پرستش کرتے ہیں،تو بھی ان کے ساتھ اللہ کی عبادت کر۔''

دنیاوی انہماک : دنیا کی حرص کرنا،اس کے پیچھے دوڑنا اوراس میں جاہ ومنصب طلب کرنا،ایمان کی کمزوری کے اہم اسباب میں سے ہے۔حدیث شریف میں آتا ہے:''دو بھوکے بھیڑیئے جنہیں بکریوں کے ریوڑ میں بھیجا جائے ان سے بکریوں میں زیادہ خرابی و بربادی نہیں ہوگی جتنی آدمی کی مال وجاہ کی حرص، دین کے لئے خرابی وبربادی کا باعث ہے۔(ترمذی)دنیا کی آخرت پرزیادتی دین کو برباد کرنے والی ہے جیسا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: اے آدم کے بیٹے! تو دنیا میں اپنے حصے کا ضرورت مند تو ہے ہی،لیکن آخرت کے اپنے حصہ کا اس سے بھی زیادہ محتاج ہے۔اگر تو اپنے آخرت کے حصے سے شروع کرے تو دنیا کے حصے سے کہہ کہ وہ اس کا انتظام کرے۔اور اگر تو اپنے دنیا کے حصے سے شروع کرے تو تیرا آخرت کا حصہ فوت ہوجائے گا اور دنیا خطرے میں پڑ جائے گی۔

۵۔لمبی آرزو: لمبی آرزوئیں دل کی خرابی وبگاڑ کا باعث بنتی ہیں۔کیونکہ جس کی آرزوئیں لمبی ہوجاتی ہیں وہ آخرت کو بھول جاتا ہے اورگناہ سے توبہ کرنے میں ٹال مٹول کرتا رہتا ہے،اوراب تب کی کیفیت بنی رہتی ہے۔دنیا میں اس کی دلچسپی بڑھ جاتی ہے،اطاعت وفرمانبرداری کے کاموں میں سستی وکاہلی سے کام لیتا ہے۔معصیت وگناہ کا کام ہو تو فوراً سرگرم ہوجاتا ہے جس کے نتیجہ میں اس کا دل سخت ہوجاتا ہے۔کیونکہ موت،قبر،جنت اوردوزخ کے یاد کرنے سے دل نرم ہوتا ہے جبکہ لمبی آرزوئیں وتمنائیں کرنے کی وجہ سے وہ ان چیزوں کو یاد نہیں کر پاتا۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں تم پر سب سے زیادہ خواہشات نفس کی پیروی اور لمبی چوڑی آرزوئیں کرنے سے ڈرتا ہوں کیونکہ خواہشات نفس حق سے روکتی ہیں اور لمبی آرزوئیں آخرت کو بھلا دیتی ہیں۔'' بعض آثار میں آتا ہے: چار خصلتیں بدبختی سے ہیں: آنکھ کا نم نہ ہونا،دل کا سخت ہوجانا،لمبی آرزو کرنا اور دنیا کی حرص ولالچ میں پڑجانا۔

۶۔صاحبِ کردار نمونے کی نایابی: اچھے کردار کا نمونہ اگر سامنے نہ رہے تو اس سے بھی ایمان میں کمزوری آتی ہے۔کیونکہ نیک اوراچھے نمونے کا دیکھنے والوں کے دلوں پر بہت ہی اچھا اثر ہوتا ہے۔اسی لئے نیک اور پرہیز گار لوگوں کی صحبت وہمنشینی کو لازم پکڑے رہنے کی اسلاف ہمیشہ نصیحت کرتے تھے۔جب دنیا کا سب سے بڑا اسوہ اورنمونہ(نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم)اس دنیا سے رخصت ہوا تو صحابۂ کرام نے کہا:''جیسے کہ ہی ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مٹی سے ڈھانک دیا ہمیں اپنے دلوں سے وحشت محسوس ہونے لگی۔''اس کے بعد صحابۂ کرام کی ایسی بیچارگی کی کیفیت تھی جیسے ٹھنڈی برساتی رات میں کسی بکری کی۔جبکہ وہ سب کے سب انسانیت کے لئے لائق اقتدا نمونے تھے۔

ایمان کی کمزوری کا علاج: اب جبکہ ایمان کی کمزوری اس کے سلسلے میں سستی وکاہلی کے مظاہر وعلامات اوراس کے اسباب کی ہمیں واقفیت حاصل ہوگئی ہے تو ضروری ہے کہ اس کے علاج پر گفتگو کی جائے تاکہ جو بھی اس مرض میں مبتلا ہو اس کا ایمان وعقیدہ مضبوط اور عبادت خالص ہوجائے:

۱۔مسلسل نگرانی اور محاسبہ: اگر دل کی مسلسل نگرانی اورایمانی کیفیت پر پوری طرح نظر رکھی جاتی رہے تو بندے کو اللہ سے اپنے تعلقات کی کیفیت اور ایمان کی کمی وبیشی کا علم رہے گا۔اسی طرح اگر نفس کا مسلسل محاسبہ کیا جاتا رہے تو ہر چیز کی کمی کو پورا کیا جاتا رہے گا نیز خطرات کے منڈلانے سے پہلے ہی اس کا ازالہ کرلیا جائے گا۔شروع میں ہی کسی خطرے کو بھانپ کر اقدام کرلینا آخری اسٹیج پر پہنچ جانے کے بعد علاج کرنے سے آسان اور بیماری سے پہلے بچاؤ کی تدابیر اختیار کرنا علاج سے بہتر ہوتا ہے۔اسی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یوں بیان فرمایا ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۔(الحشر:۱۸) ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص دیکھ لے کہ کل(قیامت)کے واسطے اس نے کیا (ذخیرہ) بھیجا ہے۔اور اللہ سے ڈرتے رہو اللہ تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے۔''

۲۔قرآن کریم میں فکر وتدبر: ایمان کی کمزوری،دل کا مرض ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو دل اور بدن دونوں کی بیماریوں کے علاج کے لئے نازل فرمایا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (الاسراء:۸۲) ترجمہ:''یہ قرآن جو ہم نازل کر رہے ہیں مومنوں کے لیے تو سراسر شفا اور رحمت ہے۔''اس میں کوئی شک نہیں کہ علاج فہم وتدبر سے ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے: كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ (ص:۲۹) ترجمہ: یہ بابرکت کتاب جسے ہم نے آپ کی طرف اس لیے نازل فرمایا ہے کہ لوگ اس کی آیتوں پر غور وفکر کریں اور عقلمند اس سے نصیحت حاصل کریں۔'' بسا اوقات اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم قیام اللیل فرماتے تو اس ایک ہی آیت کو بار بار تلاوت فرماتے: اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (المائدۃ:۱۱۸) ترجمہ:''اگر تو ان کو سزا دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو معاف فرما دے تو تو زبردست ہے حکمت والا ہے۔''اسی طرح حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی وارد ہے۔سعید بن جبیر رحمہ اللہ کی طرح سلف میں سے بہت سے حضرات اس ایک

(بقیہ صفحہ ۳۱ پر)

تعارف کتاب

اسعد اعظمی/بنارس

نام کتاب: اتحاف البریة بتھذیب فقه محمدیه مع التخریج والتعلیقات المرضیة

تالیف: حافظ عقیل احمد حبیب اللہ، نظر ثانی: شیخ عبدالرؤف عبدالحنان

صفحات: ۱۰۰۸، مجلد مع گرد پوش، ناشر: مکتبہ نعیمیہ، صدر بازار، مئوناتھ بھنجن، یوپی، انڈیا، سن اشاعت: ۱۴۳۸ھ=۲۰۱۷ء، قیمت: درج نہیں

زیر تعارف کتاب ’’اتحاف البریة بتھذیب فقه محمدیه مع التخریج والتعلیقات المرضیه ‘‘معروف اہل حدیث عالم مولانا محی الدین نومسلم لاہوری کی مشہور زمانہ کتاب ’’فقہ محمدیہ وطریقہ محمدیہ‘‘ معروف بہ ’’محمدی زیور‘‘ کی تحقیق، تخریج اور تعلیق وغیرہ پر مشتمل ہے۔ کتاب اسم بامسمی ہے، یعنی کسی خاص فقہ یا خاص امام کی تقلید کے بجائے احادیث نبویہ کی روشنی میں فقہ کے مسائل اس کتاب میں بیان کیے گئے ہیں۔ اس خصوصیت کے پیش نظر اسے مذکورہ نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ اس میں عقائد، عبادات، اخلاق، معاملات اور سماجیات جیسے تمام ابواب ومباحث کا احاطہ کیا گیا ہے۔ اسے مصنف علام نے الگ الگ رسائل کی شکل میں کل سات حصوں میں تیار کیا تھا۔ محقق کتاب کو اس کے جو نسخے دستیاب ہوئے ان کے صفحات کی مجموعی تعداد چھ سو کے قریب ہوتی ہے۔ مولانا محمد مستقیم صاحب سلفی نے ’’جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات‘‘ میں اس کتاب کے تعارف میں صفحات کی تعداد (۵۸۲) تحریر فرمائی ہے۔ فاضل محقق کو اس کتاب کے جن مطبوعہ نسخوں تک رسائی ہوئی ان میں سب سے قدیم نسخہ مطبع احمدی لاہور سے ۱۳۱۸ھ میں شائع ہوا ہے۔ کیا عجب کہ اس سے بھی قدیم نسخے اس کے موجود ہوں۔

ماضی بعید اور ماضی قریب کے ساتھ ہی حال میں بھی یہ کتاب بار بار شائع ہوتی رہی ہے۔ اس سے اس کی مقبولیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ بہت سے لوگ اسے گھروں میں رکھتے ہیں، خواتین اسے آپس میں پڑھتی پڑھاتی ہیں، بچیوں کو اسے جہیز میں دیا جاتا ہے۔ یہ کوئی بعید یا قابل تعجب بات نہیں۔ ’’اسلامی وظائف‘‘ اور بعض دیگر کتابوں کا بھی یہی حال ہے، صوم وصلاۃ کی پابند خواتین یہ کتابیں بڑے اہتمام واحترام سے اپنے پاس رکھتی تھیں اور ان کے مطالعہ سے اپنی علمی وعملی زندگی سنوارتی تھیں۔

اصل کتاب کے بارے میں اگر یہ کہا جائے کہ یہ اردو زبان میں فقہی متن ہے تو مناسب ہوگا۔ جس طرح قدیم عربی زبان میں فقہ کی کتابوں میں سلسلہ وار مسائل واحکام بیان کیے گئے ہیں، اسی طرح اس کتاب میں بھی فقہی جزئیات ایک ایک کرکے ترتیب وار بیان کی گئی ہیں، البتہ یہ احکام بالعموم احادیث نبویہ کو مدنظر رکھتے ہوئے مدون کیے گئے ہیں، اسی لیے فرضی اور احتمالی نوعیت کے مسائل کا اس میں تذکرہ نہیں ہے۔

فاضل محقق نے لکھا ہے کہ ’’اس کتاب میں جن احادیث کو احکام ومسائل کی بنیاد بنایا گیا ہے وہ زیادہ تر حافظ منذری (متوفی ۶۵۶ھ) کی ’’الترغیب والترھیب‘‘ خطیب تبریزی (متوفی ۷۴۱ھ) کی مشکاۃ المصابیح، حافظ ابن حجر (متوفی ۸۵۲ھ) کی بلوغ المرام من ادلة الأحكام اور ابن الجزری (متوفی ۸۳۳ھ) کی الحصن الحصین من کلام سید المرسلین سے ماخوذ ہیں۔‘‘ (۲۲/۱)

اہل علم جانتے ہیں کہ کتب مذکورہ میں صحیح اور حسن درجے کی روایتوں کے ساتھ ہی ضعیف، منکر اور موضوع روایات کی بھی بڑی تعداد ہے۔ موجودہ وقت میں یہ تمام کتابیں ماہر محققین کی تخریج وتحقیق کے ساتھ شائع ہو چکی ہیں اور ان کی مقبول اور غیر مقبول حدیثوں میں امتیاز کرنا آسان ہو گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ مصنف فقہ محمدیہ کے عہد میں نہ تو یہ سہولیات میسر تھیں اور نہ حدیثوں کی جانچ پرکھ کی طرف اتنی توجہ دی جاتی تھی جتنی آج دی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے ایسے مسائل بھی کتاب میں بیان ہو گئے تھے جن کا دارومدار انہی احادیث غیر مقبولہ پر تھا۔ لہٰذا کتاب کی مقبولیت کو دیکھتے ہوئے ضروری تھا کہ علمی وعملی بیداری کے اس دور میں اس کتاب کی بھی تنقیح کی جائے اور اسے تخریج وتحقیق کے مراحل سے گزار کر مفید سے مفید تر بنانے کی کوشش کی جائے۔

چونکہ کتاب کافی مطول تھی، دوسرے یہ کہ اپنے موضوع اور مشتملات کے لحاظ سے اس میں بیان کیے گئے ہر ہر حکم اور ہر ہر مسئلہ کو دلائل اور حوالوں سے جوڑنا تھا۔ اور بسا اوقات ایک ہی سطر میں کئی کئی مسائل یا جزئیات مذکور ہوتی ہیں، ان سب وجوہ کی بنا پر اس کتاب پر کیا جانے والا تحقیقی کام کافی طویل، محنت طلب اور پر پیچ تھا جس کی وجہ سے اہل علم واہل تحقیق پس وپیش کا شکار تھے۔ اللہ جل شانہ نے اس بامقصد اور مفید ترین عمل کی توفیق حافظ عقیل احمد صاحب مدنی حفظہ اللہ کو عطا فرمائی۔ موصوف کا تعلیمی سفر جامعہ عالیہ عربیہ مئو سے شروع ہو کر جامعہ سلفیہ بنارس ہوتے ہوئے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں اختتام کو پہنچتا ہے۔ اس کے بعد آپ نے عملی اور دعوتی میدان میں قدم رکھا۔ اور شروع ہی سے مفوضہ منصبی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے ساتھ اپنی ذاتی دلچسپی کے ناطے قلم وتحریر اور ترجمہ وتحقیق وتالیف سے بھی مسلسل رشتہ استوار رکھا۔ الحمدللہ ان کی متعدد وقیع نگارشات اسلامی کتب خانہ میں مفید اضافہ کر چکی ہیں اور یہ سلسلہ برابر جاری ہے۔ اللھم زد فزد۔

زیر تعارف کتاب ’’فقہ محمدیہ وطریقہ احمدیہ‘‘ پر آپ کا علمی کام بنیادی طور پر تسہیل اور تحقیق وتخریج کا ہے، لیکن ضمناً کچھ دیگر اہم خدمات کو بھی شامل ہے، جیسے مسائل کی تحقیق وتنقیح، مکررات کا حذف، مجملات کی تفصیل وغیرہ۔ چوں کہ کتاب بہ قول محقق ’’سینکڑوں سال‘‘ پہلے لکھی گئی ہے اس لیے اس کی زبان اصلاح وتسہیل کی متقاضی تھی۔ یہ کوئی آسان عمل نہیں تھا، اس ضخیم کتاب کو از سر نو رائج الوقت زبان میں ڈھالنا بے حد

صبر آزما اور محنت طلب امر تھا جسے حافظ صاحب نے بتوفیق الٰہی انجام دیا ہے۔

دوسرا اہم کام احادیث کی تخریج وتحقیق کا ہے۔ چوں کہ یہ کتاب احادیث وآثار کو بنیاد بنا کر مرتب کی گئی ہے اس لیے احادیث وآثار ہزاروں کی تعداد میں ہیں جن کی تخریج وتحقیق کا طویل اور پر مشقت عمل فاضل محقق نے پورے عزم وحوصلے سے مکمل کیا ہے۔ تخریج میں حدیثوں کو ان کے اصل مصادر کی طرف نسبت کرنے اور نمبر درج کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے۔ صحیحین کے علاوہ دیگر کتب حدیث کی حدیثوں پر ماہرین حدیث کی تحقیق کی روشنی میں حکم لگایا گیا ہے، یعنی حدیث کا درجہ متعین کر دیا گیا ہے کہ وہ صحیح ہے یا حسن یا ضعیف الخ۔ کہیں کہیں تصحیح وتضعیف کی علت اور کچھ تفصیلات کا بھی ذکر ہے کیوں کہ سیاق کلام اس کا متقاضی تھا۔ چوں کہ کتاب میں غیر مقبول احادیث کی بھی ایک خاصی تعداد تھی، محقق کتاب نے پہلے ان حدیثوں کی اسناد اور ان کے رجال پر تفصیلی بحث کی تھی لیکن آخر میں یہ فیصلہ کیا کہ غیر صحیح احادیث سے اخذ کیے گئے احکام ومسائل ہی کو کتاب سے حذف کر دیا جائے اور ان کے ساتھ ان احادیث پر کی گئی بحث بھی حذف ہو جائے گی اور کتاب کا حجم بھی کچھ کم ہو جائے گا، یہ اور اس قسم کی کچھ اور تلخیص واختصار سے کتاب کا حجم تقریباً ایک تہائی کم ہو گیا۔ پہلے یہ ڈیڑھ ہزار صفحات کو محیط تھی جو بعد میں ایک ہزار صفحات میں شائع ہوئی۔

فاضل محقق نے کہیں احادیث کی تخریج کے ضمن میں اور کہیں مستقلاً مفید مباحث اور معلومات کا اضافہ کیا ہے۔ ان اضافوں کا تعلق مسائل کی تنقیح سے بھی ہے اور جزئیات کے اضافے سے بھی۔ کہیں کہیں مصنف نے کسی مسئلہ میں ایک قول ذکر کیا ہے تو محقق نے حاشیہ میں دیگر وہ اقوال ذکر کر دیے ہیں جو دلائل کے اعتبار سے زیادہ قوی ہیں۔ موقع ومحل کی مناسبت سے محقق نے جا بجا ایسے اعمال وعادات کا بھی ذکر کیا ہے جو عوام یا خواص میں معمول بہ ہیں لیکن یا تو بے دلیل ہیں یا مرجوح دلیل پر مبنی ہیں۔ بہت سے فقہی مسائل کو حاشیہ میں اس طرح مفصل اور مبرہن کر دیا ہے کہ وہ ایک مستقل مضمون کی حیثیت اختیار کر گئے ہیں۔ البتہ اختصار وجامعیت کی صفت سے متصف ہیں۔

بہت سے مقامات پر مصنف نے کوئی مسئلہ ایک دو جملوں میں بیان کر دیا ہے جسے محقق نے ضروری تفریع وتنویع کے ساتھ ایک ڈیڑھ صفحہ میں مفصل کیا ہے۔ ان تمام مسائل ومقامات میں آپ کا اسلوب خالص علمی وتحقیقی ہوتا ہے۔ دلائل کی روشنی میں جس قول میں وزن ہوتا ہے اسے پیش کرتے ہیں۔ دیگر اقوال وآراء سے چھیڑ چھاڑ یا ان کے قائلین پر نقد وجرح یا ہمز ولمز کرنے سے پرہیز کرتے ہیں۔ ان تمام اضافات وتفصیلات کی وجہ سے کتاب کی افادیت دو چند ہو گئی ہے اور عوام وخواص اور طلبہ وعلماء سب کے لیے ایک معتبر مرجع بن گئی ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ اصل کتاب کی حیثیت متن کی اور محقق کے عمل کی حیثیت شرح کی ہو گئی ہے تو اس میں کوئی مبالغہ نہ ہوگا۔

فاضل محقق کی مساعی جمیلہ کا اندازہ مراجع ومصادر کی فہرست سے بآسانی کیا جا سکتا ہے۔ اس فہرست میں کل (۴۵۲) مراجع کا تذکرہ ہے جن میں چند ایک کو چھوڑ کر سب عربی زبان میں ہیں۔ اس تحقیقی عمل میں آپ نے دس سال سے زیادہ کا عرصہ لگایا ہے اور اس کام کو خوب سے خوب تر بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے۔ بیچ میں کچھ اور علمی کام بھی آپ انجام دیتے رہتے تھے لیکن زیادہ توجہ اسی کام پر ہوتی تھی۔ میں بار ہا ملاقات کے وقت آپ سے ''الکمال للہ وحدہ'' کا اور اشاعت میں تاخیر پر تاخیر کا حوالہ دیتے ہوئے کتاب کو ناشر کے حوالے کرنے کا مطالبہ کرتا لیکن آپ اپنے تحقیقی عمل سے مزید مطمئن ہونے اور دیر آید درست آید کی بات کہہ کر ٹال دیتے تھے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ محقق کا کام ٹھوس اور علمی ہے اور آپ نے تحقیق وتعلیق کا حق ادا کیا ہے۔ اس نوعیت کے مستند علمی کام کی اہمیت اس اعتبار سے اور بڑھ جاتی ہے کہ کتنے مدعیان تحقیق وتخریج اور تسہیل وتشریح کو دیکھا جاتا ہے کہ کچھ خاص مصالح عاجلہ کے پیش نظر کافی برق رفتاری سے کچے پکے علمی کام مارکیٹ میں لا بیٹھتے ہیں جب کہ ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ پروف تک کی غلطیوں کی بھرمار ہوتی ہے یہاں تک کہ نصوص قرآنیہ وحدیثیہ بھی محفوظ نہیں ہوتیں۔ علمی فروگذاشتوں کا تو کیا پوچھنا۔

اس اشاعت کی ایک اہم خوبی یہ بھی ہے کہ عالمی شہرت یافتہ محقق وماہر حدیث شیخ عبدالرؤف عبدالحنان، محقق کتاب ''صلوۃ الرسول'' وغیرہ نے اس پر نظر ثانی فرمائی ہے اور اپنے ملاحظات وتصویبات سے کتاب اور تحقیق کی معتبریت میں اضافہ کر دیا ہے۔ موصوف نے ایک بیش قیمت تقریظ بھی سپرد قلم فرمائی ہے جو اس کتاب کی زینت ہے۔

استدراکات:

انسان کا کوئی بھی کام خواہ کتنی ہی توجہ واہتمام سے انجام دیا گیا ہو اس میں سہو وخطا کا امکان بہر حال ہوتا ہے۔ ذہول ونسیان کا عارضہ بھی ہمیشہ ساتھ لگا رہتا ہے اس لیے تمام تر احتیاط اور تدقیق کے باوجود نقائص اور تسامحات پیچھا نہیں چھوڑتے۔ ان تسامحات میں کچھ ایسے ہوتے ہیں جن کے تعلق سے صاحب معاملہ کے پاس کوئی عذر یا کوئی توجیہ ہوتی ہے تو کچھ ایسے ہوتے ہیں جو سہو ونسیان کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ زیر نظر کتاب کے تعارف میں بعض ایسی چیزوں کا تذکرہ کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے جو محل نظر معلوم ہوتی ہیں:

۱۔ اصل کتاب ''فقہ محمدیہ'' ہے جس کے مؤلف مولانا محی الدین نو مسلم لاہوری ہیں۔ تخریج وتعلیق کا عمل حافظ عقیل احمد صاحب نے انجام دیا ہے۔ اس لیے زیادہ مناسب یہی تھا کہ اصل کتاب اور مؤلف کا نام پہلے دیا جاتا پھر محقق ومحشی کا نام آتا۔ تحقیق وتعلیق کا عمل جتنا بھی مطول ومفصل ہو مگر اصل تالیف اور مؤلف کے بعد ہی محقق کا نام درج کیا جاتا ہے۔ عربی کی بیشتر کتابیں اسی طرح شائع ہوتی ہیں۔ زیر تعارف کتاب کے ٹائٹل پر اور اندرونی صفحات پر کتاب کا نام اور دیگر معلومات درج ذیل انداز اور ترتیب سے درج ہیں۔

اتحاف البریہ تہذیب فقہ محمدیہ

مع التخریج والتعلیقات المرضیۃ تالیف عقیل احمد حبیب اللہ

نظر ثانی شیخ عبدالرؤف بن عبدالحنان

اس اسلوب اور اس ترتیب میں اصل کتاب کی حیثیت ثانوی سی ہو گئی ہے۔ اور مؤلف کا نام تو سرے سے غائب ہے۔ محقق خود مؤلف کے مقام پر فائز نظر آ رہے ہیں۔

اس موقع پر ہمیں حضرت شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ رحمانی مبارکپوری صاحب مرعاۃ المفاتیح شدت سے یاد آرہے ہیں۔ آپ نے اپنی مشہور زمانہ بے نظیر تالیف کی جب اشاعت فرمائی تو اگرچہ آپ کی کتاب مشکاۃ کی مستقل شرح تھی اور مرعاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح لکھنے کا آپ کو پورا حق حاصل تھا اور عموماً شروحات پر اسی طرح لکھا بھی جاتا ہے مگر آپ نے یہ ترتیب اختیار نہیں فرمائی اور کتاب کے سرورق پر درج ذیل ترتیب سے معلومات درج فرمائیں:

مشکاۃ المصابیح للعلامۃ الشیخ ولی الدین ابی عبیداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب العمری التبریزی

مع شرحہ **مرعاۃ المفاتیح** لابی الحسن عبیداللہ ابن العلامۃ محمد عبدالسلام المبارکفوری

۲۔ فاضل محقق نے مقدمہ میں مولف کتاب کا نام سرسری طور پر ذکر کیا ہے۔ اس تاریخی کتاب کے باکمال مصنف اور ان کی خدمات کا مکمل تعارف آنا چاہیے تھا۔ اگر مصنف کا تعارف آپ کو دستیاب نہ ہوسکا تھا تو کم ازکم اس کی صراحت فرمادیتے تاکہ کتاب کا قاری اس سے باخبر رہتا۔

۳۔ فاضل محقق نے کتاب کے شروع میں ''مقدمۃ التخریج والتعلیق'' کے عنوان سے ایک مبسوط اور وقیع مقدمہ تحریر فرمایا ہے جس میں اتباع وتقلید، احادیث کی تحقیق وتخریج کی ضرورت واہمیت، اس تعلق سے علامہ البانی کی خدمات، وضع حدیث اور اس کے اسباب، ضعیف اور موضوع روایتیں اور ان پر مرتب ہونے والے اثرات ونقصانات وغیرہ پر علمی گفتگو فرمائی ہے۔ لیکن اصل کتاب کا جامع تعارف اس مقدمہ میں نہ آسکا۔ ص ۲۱-۲۲ پر ''کتاب کا تعارف'' کا عنوان لگاکر بہت مختصر انداز میں تعارف کرایا گیا ہے جو بالکل تشنہ ہے۔ ان دوصفحات میں سے تقریباً نصف حصہ سابقہ مطبوعہ نسخوں کی تفصیل پر مشتمل ہے۔ اصل کتاب کے چار حدیثی مراجع (الترغیب والترھیب، مشکاۃ، بلوغ المرام، الحصن الحصین) کا مکمل دوصفحے میں تعارف کرایا گیا ہے جس میں نہ صرف ان کتابوں ہی کا تعارف ہے بلکہ ان کی شروحات، تحقیقات، طبعات، ان میں حدیثوں کی تعداد (صحیح اور غیر صحیح کی الگ الگ) وغیرہ کا بھی بیان ہے۔ پھر بیچ میں بہت سے دوسرے مباحث آئے ہیں جن کا کتاب کے تعارف سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ پھر مقدمہ کے اواخر میں ''اس کتاب کی تخریج وتعلیق کا سبب'' کے عنوان سے کچھ گفتگو کی گئی ہے۔ پھر ''کتاب کی تخریج وتعلیق اور تہذیب سے متعلق بعض وضاحتیں'' ہیں۔ ان دونوں عناوین کے ضمن میں کی گئی گفتگو سے بھی اصل کتاب کی بعض خصوصیات کشید کی جاسکتی ہیں۔ بہرحال کتاب کے جامع تعارف کی ضرورت تھی جس کی طرف خاطر خواہ توجہ نہ دی جاسکی۔

۴۔ مقدمہ میں اس امر کی بھی وضاحت نہیں کہ مصنف نے مجرد متن تحریر فرمایا تھا یا حدیثوں کا بھی حوالہ درج کیا تھا، بھلے مختصراً یا اشارۃً ہی رہا ہو۔ میری نظر سے فقہ محمدیہ کا مکتبہ نعیمیہ مئو سے شائع شدہ نسخہ گذرا جس میں حاشیہ میں احادیث کے حوالے مرقوم ہیں۔ بعد میں معلوم ہوا کہ قدیم ترین مطبوعہ نسخوں میں بھی یہ حوالے موجود ہیں۔ اگر یہ حوالے اصل کتاب کے ہیں تو تحقیق والے نسخہ میں انھیں باقی رکھنا چاہیے تھا بھلے انھیں متن کے ساتھ جوڑ دیا تھا۔ اور اگر اصل کتاب کے نہیں تھے تو اس کی وضاحت کرنی چاہیے تھی۔

۵۔ محقق کتاب نے جگہ جگہ صراحت فرمائی ہے کہ یہ کتاب سینکڑوں سال پہلے لکھی گئی ہے۔ کاش اس کی کچھ تحدید فرمادیے ہوتے تو بہتر تھا اس لیے کہ ''سینکڑوں سال'' میں بڑا اجمال اور غموض ہے۔ معلوم نہیں فاضل محقق نے کس حوالے سے یہ مفتوح تحدید فرمائی ہے۔ ۶۔ اپنے مقدمہ میں ص (۶۰) پر محقق نے لکھا ہے کہ ''کتاب میں موجود تمام احادیث وآثار کی مفصل تخریج کی گئی ہے۔'' اس کے معا بعد اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے: ''یعنی ان کے اصلی مصادر کی طرف ان کی نسبت کی گئی ہے.....اور حکم لگایا گیا ہے۔

یہاں جس چیز کو محقق موصوف نے تخریج اور وہ بھی ''مفصل تخریج'' کا نام دیا ہے وہ محل نظر ہے۔ اسے اصطلاح میں ''عزو'' کہا جاتا ہے۔ عزو اور تخریج کے فرق کو شیخ عبدالرؤف نے اپنی تقریظ (ص:۱۰) حاشیہ نمبر۲ میں واضح کردیا ہے۔ اور محقق کے عمل کو عزو ہی ٹھہرایا ہے۔

۷۔ کتاب کی کمپیوٹر کتابت میں جگہ جگہ الفاظ کے درمیان غیر ضروری فاصلہ (SPACE) موجود ہے جو قاری کی بصارت پر گراں گذرتا ہے۔

۸۔ فہرست مراجع پر سرسری نظر ڈالتے ہوئے ص (۹۸۷) پر پایا کہ "رسالة التوحيد المسمى بتقوية الإيمان... مکرر درج ہوگئی ہے۔ کیوں کہ اس سے قبل ص (۹۸۲) پر (۱۱۳ نمبر پر) یہ کتاب ''تقویۃ الإیمان..'' کے نام سے گذر چکی ہے۔ دونوں جگہ درج معلومات یکساں ہیں۔

یہاں (ص ۹۸۷) پر دوسری چوک یہ ہوئی ہے کہ پہلی لائن میں ''رسالۃ التوحید المسمی...الخ'' اور دوسری لائن میں ''تعریب الشیخ ابی الحسن الندوی...الخ'' درج ہے، لیکن نمبر ڈالتے وقت رسالة التوحيد...الخ پر مستقل نمبر (۱۸۲) اور تعریب الشیخ... پر مستقل نمبر (۱۸۳) ڈال دیا گیا ہے۔

۹۔ فہرست مراجع میں عربی واردو مراجع کو الگ الگ نہیں درج کیا گیا، اسی طرح مجلّات کو بھی۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہوگی کہ اردو کتب اور اسی طرح مجلّات کی تعداد عربی کتب کے بمقابل انتہائی کم تھی اس لیے ان کو جدا نہیں کیا گیا۔

یہ چند فروگذاشتیں کتاب کے سرسری مطالعہ کے دوران سامنے آئیں جن کی طرف اشارہ کردیا گیا، ان سے کتاب کی اور اس علمی وتحقیقی کام کی عظمت ووقعت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا کیوں کہ ان میں سے زیادہ تر استدراکات علمی نہیں بلکہ فنی نوعیت سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور بعض میں نقطہ نظر کا اختلاف بھی سبب ہوسکتا ہے۔

میں فاضل محقق کو اس وقیع علمی عمل کی تکمیل اور شایان شان اشاعت پر دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ علمی کاموں کے تعلق سے آپ کے عزائم اسی طرح بلندیوں کو چھوتے رہیں اور تالیف وتحقیق کے افق پر یکے بعد دیگرے ستارے نمودار ہوتے رہیں۔ ویرحم اللہ عبدا قال آمینا۔

☆☆☆

امیر محترم کی ابوظہبی کانفرنس میں شرکت

اعداد وترتیب: ابوانیس سلفی

اللہ تعالیٰ جو ساری مخلوقات کا خالق ومالک ہے اس نے انسانوں کو اشرف المخلوقات بنا کر اعلیٰ مقام ومرتبہ عطا فرمایا۔ سارے انسان ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں ان کے درمیان اخوت کا رشتہ بہرصورت قائم ہے۔ اس نے انہیں اپنی بندگی کے لئے پیدا فرمایا اور باہم پہچان تعارف کی خاطر قوموں اور قبیلوں کی لڑی میں پرودیا۔ اس نے باہم پیار ومحبت سے رہنے اور نفرتوں سے دور رہنے کی تلقین فرمائی۔ لیکن موجودہ دور میں انسان انسان کا دشمن بنا ہوا ہے اور پوری انسانیت زخموں سے چور ہے۔ قتل وخونریزی ظلم وجبر، فتنہ وفساد عروج پر ہے۔

خادم حرمین شریفین شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز آل سعود رحمہ اللہ جو انتہائی دور اندیش اور حالات حاضرہ پر ان کی گہری نظر تھی وہ مسلمانوں اور عالم اسلام کے انتہائی زیرک ونباض حکمراں تھے۔ انہیں اس بات کا بخوبی ادراک تھا کہ موجودہ دور میں بین المذاہب ڈائیلاگ، گفتگو وتبادلہ خیال کا دروازہ کھول کر بین المذاہب غلط فہمیوں کو دور کر کے انسانیت بالخصوص مسلمانوں کے خلاف تیز وتند آندھیوں پر قابو پایا جاسکتا ہے اور انسانیت کو ہلاکت خیزیوں سے نجات دلائی جاسکتی ہے۔ انہوں نے اس کا خاکہ تیار کیا اور اس کی عملی تدبیر کی، پھر بین المذاہب ڈائیلاگ کا سلسلہ چل پڑا اور عالمی سطح پر اس کے مثبت اثرات نظر آنے لگے۔ جابجا اس طرح کے پروگرام وکانفرنسیں منعقد ہونے لگیں اور سب مذاہب کے پیشوا ودھرم گروان میں شرکت کرنے لگے اور باہمی غلط فہمیوں کے ازالہ کا راستہ ہموار ہوگیا۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے پلیٹ فارم سے بھی اس طرح کوششیں برابر ہوتی رہیں اور مختلف مناسبتوں پر تمام تنظیموں اور بیشتر مذاہب کے رہنماؤں کو جمع کر کے بھائی چارے کی مثال قائم کی گئی اور ایک دوسرے کو قریب سے دیکھنے اور سمجھنے کا موقعہ فراہم کیا۔ موجودہ دور میں انسانوں کے درمیان منافرت، نابرابری، ظلم وتشدد، دہشت گردی کے خاتمہ کے لئے برابر کوششیں ہوتی رہیں۔ انسانیت کی بقا وتحفظ کے لئے اس کی مساعی جمیلہ نہ صرف مثالی اور قابل قدر ہیں بلکہ ان کا اعتراف بلالحاظ مسلک ومذہب سبھی نے کیا ہے۔

شیخ الازہر ڈاکٹر احمد الطیب جو ”مجلس حکماء المسلمین“ کے صدر بھی ہیں کے زیر سرپرستی اس طرح کی کئی کانفرنسیں منعقد ہوئیں جن میں دنیا کے چنندہ علماء کرام اور دانشوروں نے شرکت اور انسانیت کے سلگتے ہوئے مسائل پر سیر حاصل گفتگو ہوئی۔ گزشتہ ۳-۵/فروری ۲۰۱۹ء کو متحدہ عرب امارات کے حکمراں عزت مآب خلیفہ بن زاید آل نہیان اور حاکم دبئی عزت مآب شیخ محمد بن راشد آل مکتوم کے تعاون اور مجلس حکماء المسلمین کے زیر اہتمام ابوظہبی میں ”المؤتمر العالمي للاخوة العالمية“ (عالمی کانفرنس برائے انسانی بھائی چارہ) کے نام سے ایک عالمی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں خاص طور پر ڈاکٹر احمد الطیب شیخ الازہر الامام الاکبر مصر اور عیسائی دنیا کے عظیم مذہبی رہنما روم کے پوپ فرانسیس شریک ہوئے۔ ان کے علاوہ ساری دنیا سے علماء ومفکرین، دھرم گرو، دینی رہنما، انجمنوں، جمعیتوں، جماعتوں کے نمائندوں نے شرکت کی۔ ہندوستان سے بھی ہندو، مسلم سکھ، عیسائی، جینی وغیرہ تمام مذاہب کے نمائندگان ومذہبی پیشوا شامل کانفرنس ہوئے۔ اس کانفرنس میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے خاص طور پر شرکت کی اور انہوں نے اس موقعہ پر ممتاز عالمی مذہبی رہنماؤں سے ملاقات کی اور متعدد امور پر تبادلہ خیال کیا۔

یہ عظیم الشان کانفرنس انتہائی محبت واخوت ودوستانہ ماحول میں منعقد ہوئی اور اس میں موجودہ دنیا کی خوشی وغمی، مسائل ومشکلات، ترقی وتنزلی امن وحرب، غربت وافلاس، سماجی وسیاسی جبر وظلم، نابرابری، اخلاقی گراوٹ، دہشت گردی وانتہا پسندی نسلی ومذہبی منافرت تمام امور پر سیر حاصل گفتگو ہوئی اور کانفرنس کے اختتام پر ایک مشترکہ اعلامیہ ”وثيقه الاخوة الانسانية من اجل السلام العالمي والعيش المشترك“ (عالمی سلامتی اور بقائے باہم کی خاطر انسانی بھائی چارے کی دستاویز) کے عنوان سے جاری کیا گیا۔ پوری توقع ہے کہ انسانی بھائی چارے کو مضبوط کرنے اور باہم برسرپیکار دنیا میں امن وآشتی کی فضا قائم کرنے، باہمی نفرت، عداوت ودشمنی اور دہشت گردی جیسے موذی ومہلک امراض سے انسانیت کو نجات دلانے میں یہ کانفرنس نمایاں کردار ادا کرے گی۔ اللہ کرے یہ اپنے نیک مقاصد میں کامیاب ثابت ہو۔ والله هو الموفق والهادي الى سواء السبيل

(بقیہ صفحہ ۲۶ کا)

ہی آیت کو بار بار تلاوت فرماتے اور اس کے معنی ومفہوم کے اندر ڈوب جاتے: وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ (البقرۃ:۴۸) ترجمہ: اس دن سے ڈرتے رہو جب کوئی کسی کو نفع نہ دے سکے گا اور نہ شفاعت اور سفارش قبول ہوگی اور نہ کوئی بدلہ اور فدیہ لیا جائے گا اور نہ وہ مدد کئے جائیں گے۔'' حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت کی تلاوت کی تو بیمار پڑ گئے: ان عذاب ربک لواقع (الطّور:۷) ترجمہ: ''بیشک آپ کے رب کا عذاب ہو کر رہنے والا ہے۔'' ایک دفعہ وہ اس آیت کو پڑھ رہے تھے تو ان کے رونے کی آواز آئی: قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّىْ وَحُزْنِىْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْن (یوسف:۸۶) ترجمہ: انہوں نے کہا میں تو اپنی پریشانیوں اور رنج کی فریاد اللہ ہی سے کر رہا ہوں، مجھے اللہ کی طرف سے وہ باتیں معلوم ہیں جو تم نہیں جانتے۔'' حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے: اللہ کی قسم اگر ہمارے دل پاک وصاف ہوں تو وہ ہمارے رب کے کلام سے کبھی بھی شکم سیر نہ ہوں۔

اللہ کا ذکر اور اس کی یاد: اللہ کی یاد سے، زنگ آلود دل صاف ہوجاتے ہیں اور ان کی بیماریاں دور ہوجاتی ہیں۔ یہ نیک اعمال کی روح ہے جس پر کامیابی کا دارومدار ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (الانفال:۴۵) ترجمہ'': اور بکثرت اللہ کو یاد کرتے رہو تاکہ تمہیں کامیابی حاصل ہو۔'' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو نصیحت کرتا ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا (الاحزاب:۴۱) ترجمہ: ''مسلمانو! اللہ کا ذکر بہت زیادہ کرو۔''

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے عرض کیا کہ نوافل کا بوجھ میں اب برداشت نہیں کر پاتا لہٰذا آپ مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے جسے میں لازم پکڑے رہوں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمہاری زبان اللہ کے ذکر سے ہمیشہ تروتازہ رہنی چاہئے۔''

بارگاہ الٰہی میں دعا اور عاجزی وانکساری: ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِىْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِىْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ (غافر:۶۰) ترجمہ: ''اور تمہارے رب کا فرمان ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا یقین مانو کہ جو لوگ میری عبادت سے خود سری کرتے ہیں وہ ابھی ابھی ذلیل ہوکر جہنم میں پہنچ جائیں گے۔''

اللہ کے پاس جانے کا قریب ترین دروازہ بیچارگی اور مسکینی، خشوع وخضوع کا ہے اسی لئے حدیث شریف میں آتا ہے کہ بندہ سجدے کی حالت میں اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ کیونکہ سجدے کی حالت وہیئت بڑی ہی عاجزی وانکساری، مسکینی وبیچارگی کی ہے اس کے علاوہ اور کوئی کیفیت نہیں جس سے اس کا زیادہ اظہار ہوتا ہو۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: سجدے کی حالت میں بندہ اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے اس لئے تم اس میں اس سے خوب مانگو۔ (مسلم)

(بشکریہ: الفرقان، کویت)

جماعتی خبریں

ایک روزہ دعوتی واصلاحی پروگرام کا انعقاد: ۳/فروری ۲۰۱۹ء بروز ہفتہ قصبہ ساکرس میں یک روزہ دعوتی اصلاحی تبلیغی پروگرام صوبائی جمعیت اہل حدیث ہریانہ کے زیر سرپرستی منعقد ہوا جس کی صدارت جناب ڈاکٹر عیسی انیس جامعی حفظہ اللہ امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ہریانہ نے کی۔ مقررین میں مولانا فاروق ندوی حفظہ اللہ، مولانا ضیاء الحق حفظہ اللہ مدرس مدرسہ سلفیہ شکراوہ، مولانا عطاء اللہ مہتمم مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ، مولانا نعیم سلفی حفظہ اللہ، مولانا خورشید عالم محمدی ناظم ضلعی جمعیت اہل حدیث میوات اور دیگر علماء کرام، امام حضرات سماجی شخصیات موجود تھیں۔ جہیز پر روک لگانے کی امیر محترم نے خصوصی درخواست کی۔ مثالی خاتون، استغفار کی فضیلت، جہیز کی لعنت وغیرہ عناوین پر علماء نے خطاب فرمایا۔ امن وشانتی اور ہندوستان کی ترقی کے لئے دعا کے ساتھ مجلس کا اختتام عمل میں آیا۔ (ڈاکٹر عیسیٰ خان انیس جامعی امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ہریانہ)

تعلیمی کانفرنس میں شرکت کی اپیل: یہ اطلاع دیتے ہوئے مسرت ہورہی ہے کہ جمعیۃ الفلاح التعلیمیۃ بڑا سوناکوڑ جھارکھنڈ کے زیر اہتمام آئندہ ۲۸/فروری کو تعلیمی بیداری کانفرنس منعقد ہونے جارہی ہے اس کانفرنس میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے فضیلۃ الشیخ اصغر علی امام مہدی سلفی حفظہ اللہ امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند تشریف لارہے ہیں۔ ان شاء اللہ شیخ ثناء اللہ مدنی، شیخ عبیدالرحمٰن شاہد اثری ممبئی، شیخ شمس الحق سلفی نائب ناظم صوبائی جمعیت اہل حدیث جھارکھنڈ، شیخ مستفیض الرحمٰن مدنی، شیخ منصور عالم فیضی، شیخ زین العابدین فیضی کے علاوہ دیگر جید علماء وخطباء بھی کانفرنس کو خطاب کریں گے جبکہ صدارت کے فرائض مفتی عبدالعزیز حقانی صاحب انجام دیں گے۔ قارئین سے گذارش ہے کہ اس کانفرنس میں شرکت فرما کر علماء کرام کے مواعظہ حسنہ سے مستفیض ہوں۔

مولانا محمد حسن فیضی کو صدمہ: جید عالم دین اور ماہر مدرس جناب مولانا محمد حسن فیضی (سابق استاذ جامعہ ریاض العلوم دہلی) کی والدہ کا ۲۴/جنوری ۲۰۱۹ء کو انتقال ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ نماز جنازہ میں کثیر تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔ مولانا حسن فیضی بچپن میں ہی اپنے والد کے سایہ عاطفت سے محروم ہوگئے تھے لیکن ان کی جفاکش ماں نے والد کی کمی کا احساس نہیں ہونے دیا۔ ان کے پسماندگان میں ایک بیٹا مولانا محمد حسن فیضی صاحب اور ایک بیٹی ہیں۔ اللہ مرحومہ کے اعزہ واقارب کو اور بالخصوص مولانا کو صبر جمیل عطا کرے اور مرحومہ کی لغزشات اور خطاؤں کو معاف کر کے جنت الفردوس میں جگہ دے آمین۔ (غمزدہ: مولانا محمد عرفان شاکر، ناظم صوبائی جمعیت اہل حدیث دہلی)

☆☆☆